مسلمان عورتوں کے

فقہی مسائل



تالیف

ابو حماد عبد الغفار مدنی

مکتبۃ بیت السلام - الریاض

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

مسلمان عورتوں کے

فقہی مسائل

نام کتاب

مسلمان خواتین کے فقہی مسائل

تالیف

فضیلۃ الشیخ حافظ عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

Composed & Designed By
BESMILLA ISLAMIC ART
Mob-0092-300-4682064
GRW PK

مکتبہ بیت السلام الریاض

0502033260 • 0505440147 4462919 4460129

مسلمان عورتوں کے
فقہی مسائل

تالیف:
فضیلۃ الشیخ عبدالغفار مدنی

الناشر:
مکتبہ بیت السلام
الریاض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اللہ اس کتاب کو میرے مرحوم والدین کے لیے باعث مغفرت‘
میرے اور میری اولاد کے لیے صدقہ جاریہ بنا۔

دعا گو: حاجی محمد اسماعیل
حافظ گارمنٹس اینڈ حسنین گارمنٹس
الکریم سنٹر ریلوے روڈ حافظ آباد۔فون نمبر 524387

فہرست

❀❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف ناشر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

یہ بات مسلمہ ہے کہ انسانی معاشرے کے سنورنے اور بگڑنے میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اگر عورت اللہ سے ڈرنے والی، اسلام کے دائرہ میں رہنے والی اور عفت وعصمت کا تحفظ کرنے والی ہوگی تو معاشرے میں سنوار آئے گا...... اگر عورت بگڑی ہوئی ہو، بے حیا ہو، اسلام کے دائرہ سے تجاوز کر چکی ہو اور کفار کی بری ثقافت کی گہری دلدل میں پھنس چکی ہو تو پھر معاشرے میں سخت بگاڑ اور خرابی پیدا ہوگی۔ کیونکہ بچے کی پہلی درسگاہ ماں (عورت) کی گود ہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں مردوں کو زندگی گزارنے کے طریقے بتائے بعینہٖ عورتوں کو بھی زندگی گزارنے کے اصول وضوابط بتائے۔ جہاں مردوں کو قرآن وحدیث کا علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کی وہاں عورتوں کو بھی قرآن وحدیث کو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔

عورت کو دینی تعلیم حاصل کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ حدیث میں ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر (اپنے بال بچوں اور شوہر کے مال) کی نگران ہے۔ اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر عورت اسلام کے قانون وضوابط اور قرآن وحدیث کے احکامات کو سمجھے گی اور غور وفکر کرے گی تو پھر وہ اپنے بچوں اور اپنے گھر کو اسلامی ماحول میں ڈھال سکے گی، اگر اس کے برعکس جھوٹے ڈائجسٹوں، گندے ناولوں، اور کفار کی تہذیب وتمدن وثقافت کو سیکھتی اور اپناتی رہی، اسلام سے کوسوں دور رہی تو وہ اپنے بچوں اور اپنے گھر کے ماحول کو کفار اور عدو اللہ وعدو الرسول وعدو المومنین کے گھروں کے ماحول جیسا بنا ڈالے گی جس سے اللہ اور اس کے رسول کی کھلی نافرمانی کی مرتکب ہوگی۔

قرون اولیٰ سے لے کر آج تک علماءِ دین ان احکام ومسائل اور زندگی گزارنے کے طریقوں کو تحریر وتقریر کے ذریعے واضح کرتے آرہے ہیں۔ آج کے دور میں بھی ایسے علماء جلوہ افروز ہیں جنہوں نے اپنا

وقت، اپنے اوصاف، اپنی صلاحیتیں اور اپنی طاقت وقوت اسلام کی اشاعت وترقی میں صرف کر رکھے ہیں۔ ان علماء کی فہرست میں الشیخ ابوحماد عبدالغفار مدنی کا نام بھی چراغِ روشن کی طرح ہے۔

الشیخ صاحب نے کتاب ''مسلمان عورتوں کے فقہی مسائل'' جو کہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ اس کا مطالعہ فرما رہے ہیں، تالیف کی۔ اس میں آپ نے عورتوں کے مسائل کی ہر طرف سے نظر ثانی کی اور ان کو مختصراً مگر جامع اور خوبصورت انداز میں تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے ہر بہن کو پوری تشفی ہوگی اور وہ کسی مشکل یا ذہنی پریشانی میں مبتلا نہ ہوگی، اسے یہ بھی خفت نہ ہوگی کہ اسے کسی مسئلہ کی سمجھ نہ آئی۔

الشیخ صاحب نے اس کتاب کو انتیس بابوں میں تقسیم کیا ہے۔ پھر ان ابواب کے اندر ہر پوائنٹ کو ہیڈنگ دے کر قاریات کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔ الشیخ صاحب نے ولادت سے لے کر وفات تک کے تمام مسائل کو احسن طریقے سے بیان کیا ہے، اور ذہنوں میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کیا ہے۔

الحمدللہ! اس علمی کتاب کو شائع کرنے کی سعادت مکتبہ بیت السلام الریاض کو حاصل ہوئی ہے۔ میں کمپوزر، ڈیزائنر، اور معاونین بھائیوں کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے پوری محنت اور جانفشانی سے اس کتاب کو تیار کیا۔ اور میں اپنے رب العالمین، اللہ جل شانہ کا صدہا شکرگزار ہوں کہ جس نے اپنے دین کی اشاعت کے لیے ہم جیسے گناہ گاروں کو منتخب کیا۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اس کتاب کو میرے، اور معاونین بھائیوں، اور اس کو پڑھنے والوں کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ اور ہماری کوششوں اور محنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین

والسلام

اخوکم فی اللہ

ابو میمون حافظ عابد الٰہی

مدیر مکتبہ بیت السلام الریاض

❀❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی معاشرہ عورت اور مرد کے وجود پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ معاشرہ پاکیزہ اور صالح اسی وقت ہوسکتا ہے جب اس میں رہنے والے مرد اور عورت صالح اور نیک ہوں دونوں اپنی اپنی حدود میں رہ کر اللہ کے متعین کردہ اصول حیات اور پسندیدہ طریقہ زندگی پر گامزن ہوں۔ لیکن برخلاف اس کے اگر ان دونوں میں خرابی پیدا ہو جائے۔ دونوں اپنی اپنی حدود سے نکل کر غیر پسندیدہ طریقہ زندگی اختیار کرنے لگیں، دونوں میں بدعقیدگی کے ساتھ ساتھ اخلاقی بگاڑ، حیا سوز حرکتیں عام ہو جائیں وہیں پورا معاشرہ خراب ہو جائے گا اور معاشرہ میں فساد برپا ہو جائے گا، بدامنی عام ہو جائے گی، فسق و فجور کا رواج ہوگا جیسا کہ آج انسانی معاشرہ میں بالعموم اور مسلم معاشرہ میں بالخصوص ہو رہا ہے۔

جب ہم قرن اولیٰ کے معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو مرد تو مرد عورتیں بھی اپنی حدود میں رہ کر اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گذارتی تھیں، وہ حقیقت میں مومن تھیں، ان کے دلوں میں اللہ کا خوف سمایا ہوا تھا، وہ ہر وقت اور ہر لحمہ عذاب الٰہی سے خائف رہتی تھیں، حتیٰ کہ اگر معمولی سی لغزش ہو جاتی تھی تو فوری طور پر اس کی تلافی کی کوشش کرتیں، تاکہ آخرت کے دائمی عذاب سے محفوظ رہ سکیں، بے حیائی، قتل و غارت گری، فسق و فجور کا نام و نشان تک نہ تھا، جس کے نتیجہ میں پورا معاشرہ امن و امان کا گہوارہ تھا، اس پاکیزہ معاشرہ میں ہر ایک محفوظ تھا ہر ایک کی عزت و آبرو محفوظ تھی، شب و روز کے کسی حصہ میں کوئی بھی شخص کہیں بھی بغیر کسی خوف و خطرے کے آجا سکتا تھا، ایسا اس لئے تھا کہ اس معاشرہ میں مرد اور عورتیں دونوں اپنے اپنے طور پر اللہ سے ڈرتے تھے، اس کے حکم کے مطابق زندگی گذارتے تھے، ان کے دلوں میں یہ یقین تھا کہ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی ہے، وہاں جانا ہے اور اللہ کے حضور ہر اعمال کا حساب دینا ہے۔ اس یقین نے انہیں نیک و صالح بنا دیا تھا اور ان کی وجہ سے معاشرہ بھی نیک و صالح بن گیا تھا۔

لیکن جب ہم موجودہ مسلم معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں اور اس معاشرہ میں مسلمان عورت کا کردار کیا ہے اس پر غور کرتے ہیں تو کف افسوس ملنا پڑتا ہے، شرم سے گردن جھک جاتی ہے، اور کلیجہ منہ کو آجاتا ہے، کہ آج مسلمان عورت کے دل سے اللہ کا خوف نکل گیا ہے، آخرت کا تصور ختم ہو گیا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اور

دیگر اعمال صالحہ جو اللہ سے قربت کا ذریعہ ہیں ان سے کوسوں دور ہیں، شرک و بدعت عام ہے۔ بے حیائی عام ہے، پردہ کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے، آزادی کے تصور نے ان کو ایسے چوراہے پر کھڑا کر دیا ہے۔ جہاں اس کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ صرف اس کے بگڑنے سے پورا معاشرہ بگڑ گیا ہے، معاشرہ میں فساد برپا ہو گیا ہے، اور آج مسلم معاشرہ ہر قسم کے فتنہ و فساد، بے حیائی، اور عیاری و مکاری کا گہوارہ بن گیا ہے۔

آج مسلمان عورت دو قوتوں کے درمیان زندگی بسر کر رہی ہے، ایک قوت وہ ہے جو اسے حفظ دامان دینا چاہتی ہے، جو اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت لیتی ہے، وہ اسلام کی قوت ہے جس کو وہ ٹھکراتی جا رہی ہے، اور دوسری قوت مغربی قوت ہے جو یہ چاہتی ہے کہ عورت چراغ خانہ کے بجائے شمع انجمن بن جائے، گھر کی ملکہ کے بجائے بازاروں، ہوٹلوں اور پارکوں کی زینت بنے، جہاں اس کی عزت و آبرو پر سر عام حملہ ہو، عصمت عفت داغدار ہو، نفس پرستوں کی ہوس کا نشانہ بنے، جس سے معاشرہ میں بدامنی پھیلے، بے حیائی عام ہو، زنا کا رواج ہو، جہاں انسانی زندگی کے بجائے حیوانی زندگی گذارنے پر مجبور ہو جائے، ظاہر سی بات ہے کہ جہاں ایسا ماحول ہوگا وہاں کا پورا معاشرہ خراب ہوگا۔

انہی حالات کے پیش نظر ہم نے یہ کتاب مرتب کی ہے، جو خاص عورتوں سے مخاطب ہے تاکہ وہ یہ محسوس کرے کہ اسلامی احکام وقوانین نہ صرف مردوں کے لیے ہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی ہیں، قرآن نے جہاں ﴿یاایھا الذین آمنوا﴾ کہہ کر مومن مردوں کو خطاب کیا ہے وہیں ﴿قل للمؤمنات﴾ کہہ کر مومنہ عورتوں کو بھی خطاب کیا ہے، دین کا سیکھنا جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہے عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے۔ عذاب وثواب جس طرح مردوں کو ہوگا عورتوں کو بھی ہوگا۔

اس کتاب کو ہم نے فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے تاکہ مسائل معلوم کرنے میں آسانی ہو، یہ کتاب مسلمان عورت کا بہترین زیور ہے، ہم نے ہر ایک مسئلہ کو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اپنی رضا کے لیے اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے، اور مجھ کو حق بات کہنے اور ہم تمام کو اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ابوحماد عبدالغفار مدنی

یکم جمادالثانی ۱۴۲۰ھ

مکہ مکرمہ

طہارت کے احکام

طہارت کا لغوی مفہوم:

لغت میں ''طہارت'' نظافت اور پاکیزگی کو کہتے ہیں، شرعی اصطلاح میں طہارت یہ ہے کہ عورت اپنا بدن، اور اپنے کپڑے کو ہر قسم کی نجاستوں سے پاک وصاف رکھے۔

شریعت نے مسلمانوں سے خواہ مرد ہوں یا عورت ہر ایک سے طہارت و پاکیزگی کا مطالبہ کیا ہے اور اس کو ایمان کا جز قرار دیا ہے ارشاد باری ہے:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾[1] اور اپنے کپڑے کو پاک کیجئے۔

﴿وان كنتم جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا﴾[2] اور اگر تم ناپاک ہو تو پاکی حاصل کرو۔

ابو مالک اشعریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الطهور شطر الايمان''[3] صفائی وستھرائی آدھا ایمان ہے۔

اور فرمایا: ''مفتاح الصلوٰة الطهور''[4] نماز کی کنجی طہارت (وضو) ہے۔

''لاتقبل صلوٰة بغير طهورٍ''[5] بغیر طہارت (وضو) نماز نہیں قبول ہوتی ہے۔

طہارت کے اقسام:

طہارت کی دو قسمیں ہیں: ظاہری، باطنی

طہارت ظاہری یہ ہے کہ اپنے ظاہری بدن اور کپڑے کو ہر قسم کی غلاظت و ناپاکی سے پاک رکھے، نیز نماز کی جگہ کو بھی پاک صاف رکھے۔

طہارت باطنی یہ ہے کہ اپنے باطنی حصے یعنی اپنے نفس کو ہر قسم کے گناہ اور اس کے آثار سے پاک رکھے، اپنے دل ودماغ کو شرک وبدعات، بغض وحسد، ریا ونمود، کینہ کپٹ، وغیرہ سے پاک وصاف رکھے۔

کن چیزوں سے طہارت حاصل ہوتی ہے:

۱۔ صاف وستھرا پانی سے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) المدثر:۴ (۲) المائدة:۶ (۳) مسلم (۴) مسلم (۵) مسلم

﴿و انزلنا من السماء ماء أ طهوراً﴾[1] اور ہم نے آسمان سے پاک وصاف پانی اتارا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان الماء طهور لاينجسه شيء''[2] بیشک پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہے۔

۲۔ پاک مٹی سے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فلم تجدوا ماء أ فتيمموا صعيدا طيبا﴾[3] تم پانی نہ پاسکو تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جعلت لي الارض مسجدا و طهورا''[4] زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔

قضائے حاجت کے آداب:

قضائے حاجت کے کچھ آداب ہیں جن کا بجالانا بہت ضروری ہے:

۱۔ انسانی نظروں سے دور الگ جگہ تلاش کرے تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود قضائے حاجت کے لیے دور میدان میں جاتے تھے جہاں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

۲۔ قضائے حاجت کے وقت کوئی ایسی چیز اپنے پاس نہ رکھے جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو، روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس انگوٹھی تھی جس پر ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا، آپ قضائے حاجت کے وقت اس کو اتار دیتے تھے۔ (ترمذی) لہٰذا اگر عورت نے انگوٹھی یا زیور پہن رکھا ہے اور اس میں ''اللہ'' یا ''محمد'' یا کوئی آیت لکھی ہوئی ہے تو اس کو نکال دے پھر حمام میں جائے۔

۳۔ بیت الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں آگے کرے اور یہ دعا پڑھے:

''بسم الله، اللهم انى أعوذبك من الخبث و الخبائث''[5] اللہ کے نام سے اے اللہ میں تیرے واسطہ سے خبیث نر اور مادہ مخلوق سے پناہ مانگتی ہوں''۔

۴۔ بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر کرے، اور یہ دعا پڑھے ''غفرانک''[6] اے اللہ! میں

---

(۱) الفرقان ۴۸

(۲) ابوداود، ترمذی، نسائی، احمد نے اس کی تصحیح کی ہے۔

(۳) نساء: ۴۳، المائدۃ: ۶

(۴) احمد، بخاری و مسلم میں اس کی اصل ہے۔ (۵) صحیح بخاری (۶) ابوداود، ترمذی

تیری مغفرت طلب کرتی ہوں۔

۵۔ پاخانہ یا پیشاب کے وقت نہ تو قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ ہی پیٹھ، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''لا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها بغائط أو بول ''(۱) پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرو اور نہ ہی پیٹھ''۔

۶۔ عام راستوں میں، سایہ دار جگہوں میں، پانی کے گھاٹ، اور پھل دار درختوں کے نیچے نہ بیٹھے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اتقوا الملاعن الثلاثة: البراز في الموارد، وقارعة الطريق، والظل ''(۲) تین لعنت کے کاموں سے بچو، گھاٹ کے قریب، عام راستہ، اور سایہ میں پاخانہ کرنے سے۔

۷۔ قضائے حاجت کے درمیان آپس میں گفتگو نہ کرے، یہ عادت دیہاتی عورتوں میں بہت عام ہے اس سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اذا تغوط الرجلان فليتوار كل واحد منهما عن صاحبه ولا يتحدثا فان الله يمقت على ذالك ''(۳) جب دو آدمی قضائے حاجت کے لیے جائیں تو ایک دوسرے سے چھپ کر بیٹھیں اور آپس میں باتیں نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

۸۔ ہڈی یا لید سے پاکی حاصل نہ کرے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''لا تستجمروا بالروث ولا بالعظام فانه زاد اخوانكم من الجن ''(۴) گوبر یا لید اور ہڈی سے پاکی حاصل نہ کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائی جنوں کی خوراک ہے۔

۹۔ داہنے ہاتھ سے پاکی حاصل نہ کرے، اور نہ داہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ چھوئے رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے ''لا يمسن احدكم ذكره بيمينه وهو يبول ولا يتمسح من الخلاء بيمينه ''(۵) تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنے ذکر (شرمگاہ) کو اپنے داہنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ ہی داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔

---

(۱) بخاری ومسلم (۲) حاکم بسند صحیح

(۳) احمد وصححه ابن السكن وابن قطان

(۴) بخاری ومسلم (۵) بخاری ومسلم

۱۰۔ پاکی حاصل کرنے کے لیے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرے اگر تین سے صفائی نہیں ہوتی ہے پانچ ڈھیلے استعمال کرے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نهانا رسول الله ﷺ ان نستقبل القبلة بغائط او بول او ان نستنجي باليمين او ان نستنجي باقل من ثلاثة احجار، او ان نستنجي برجيع او عظم ''[1] رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم پاخانہ، پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کریں، یا داہنے ہاتھ سے استنجاء کریں، یا تین ڈھیلوں سے کم سے استنجاء کریں یا گوبر اور ہڈی سے استنجاء کریں۔

❋❋❋❋

(۱) صحیح مسلم

وضو کے احکام

وضو کی مشروعیت کے دلائل:

ا۔قرآن مجید سے: ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾[1] اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتو اپنے چہرے کو، اور ہاتھ کو کہنیوں تک دھوؤ، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک دھوؤ''۔

۲۔سنت سے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''لاتقبل صلاة أحدكم اذا أحدث حتىٰ يتوضأ''[2] تم میں سے کسی کو اگر حدث واقع ہو جائے تو جب تک وہ وضو نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

وضو کی فضیلت:

وضو کی فضیلت کے بارے میں بہت سی صحیح حدیثیں وارد ہیں یہاں ہم صرف دو حدیثوں کے بیان پر اکتفاء کر رہے ہیں:

ا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ آپؐ نے فرمایا: ناپسندیدگی کے باوجود مکمل وضو کرنا، اور مسجد کی طرف چلنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، یہ عمل دشمن کے مقابلے میں اپنے آپ کو پابند کرنا ہے۔ (مسلم)

۲۔آپؐ نے فرمایا: مومن جب وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھ کے گناہ گر جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ (مالک وغیرہ)

وضو کا مسنون طریقہ:

وضو کا مسنون طریقہ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے وہ مندرجہ ذیل ہے:

---

(۱) المائدة: ۲۶ (۲) بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی

سب سے پہلے دل میں وضو کی نیت کرے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''انما الاعمال بالنیات''(۱) بیشک تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' زبان سے نیت کے الفاظ کہنا شرعاً ثابت نہیں ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے''۔

ا۔ اگر ممکن ہو تو پانی کا برتن داہنے جانب رکھے اور ''بسم اللہ'' کہہ کر وضو شروع کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیه''(۲) جس نے اللہ کا نام نہیں لیا (یعنی بسم اللہ نہیں کہا) اس کا وضو صحیح نہیں ہے۔

۲۔ پھر دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھوئے۔

۳۔ پھر تین بار کلی کرے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''اذا توضأت فمضمض''(۳) جب تم وضو کرو تو کلی کرو۔

۴۔ پھر ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''بالغ فی الاستنشاق الا أن تکون صائما''(۴) ناک میں پانی لے جانے میں مبالغہ کرو الا یہ کہ تم روزے دار ہو۔

۵۔ پھر پورے چہرے کو تین بار دھوئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوْهَكُمْ﴾ پھر تم اپنے اپنے چہروں کو دھوؤ۔

۶۔ پھر دونوں ہاتھ کو کہنیوں تک دھوئے: ارشاد باری ہے: ﴿وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ اور اپنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھوؤ۔

۷۔ پھر پورے سر کا ایک ایک بار مسح کرے،(۵) ارشاد باری ہے: ﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ اور اپنے اپنے سروں کا مسح کرو، سر کے ساتھ دونوں کانوں کا بھی مسح کرنا ضروری ہے، مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نیا پانی لے کر شہادت کی انگلی کان میں رکھے اور انگوٹھے کو کان کے اوپر چاروں طرف پھیرے، یہ رسول

---

(۱) بخاری و مسلم

(۲) احمد، ابوداود، ابن ماجہ، بسند ضعیف

(۳) ابوداود باسناد صحیح (۴) احمد، ابوداود، ترمذی

(۵) سر کے ساتھ گردن کا مسح کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ گردن کا مسح نبی کریمؐ سے ثابت نہیں ہے، اسی طرح مسح ایک مرتبہ نہ کہ تین مرتبہ۔

اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

۸۔ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے ، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ اور ٹخنوں تک اپنے اپنے پاؤں کو دھوئے۔

۹۔ وضو میں ترتیب ضروری ہے بغیر ترتیب کے وضو کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ایسا کرنے سے وضو ہی صحیح ہوگا اس لیے ترتیب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

حضرت حمران سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا۔ اس کے بعد پہلے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھویا، پھر کلی کیا اور ناک پانی ڈال کر صاف کیا، پھر اپنے چہرہ کو تین بار دھویا، پھر اپنے داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک تین بار دھویا، اسی طرح بائیں ہاتھ کو بھی، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے داہنے پاؤں کو ٹخنوں تک تین بار دھویا، اسی طرح بایاں پاؤں بھی اس کے بعد فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(متفق علیہ بحوالہ بلوغ المرام باب الوضوء)

۱۰۔ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے ''أشهد ان لا الـه الا الله وحده لا شريك له وأشهد ان محمداً عبده ورسوله ''(۱) ترمذی میں یہ زیادہ ہے ''اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين '' میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے ہیں اور رسول ہیں ''اے اللہ تو مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے بنادے اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنادے''۔

۱۱۔ اعضاء وضو کو ایک بار دھونا بھی جائز ہے، دو بار بھی اور تین بار بھی البتہ تین بار سے زیادہ نہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے ''کہ آپ نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا اس کے بعد فرمایا ''من زاد فقد أساء وظلم ''(۲) جس نے اس پر زیادہ کیا اس نے بہت بڑا ظلم کیا''

۱۲۔ اعضاء وضوء دھونے میں داہنے جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذا توضأتم فابدأو بميامنكم ''(۳) جب تم وضو کرو تو داہنے جانب سے شروع کرو۔

۱۳۔ وضو سے پہلے مسواک کرنا بھی سنت ہے آپ فرماتے ہیں: اگر میری امت پر یہ دشوار نہ گذرتا تو میں انہیں

(۱) صحیح مسلم (۲) نسائی، احمد، ابن ماجہ (۳) احمد، ترمذی

ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا''۔ (مالک، احمد، نسائی)

۱۴۔ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرنا بھی ثابت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ)

وضو کرنے کا طریقہ:

وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل میں وضو کی نیت کرلے، پھر اگر ممکن ہو تو پانی کا برتن داہنے جانب رکھے اور ''بسم اللہ'' کہہ کر وضو شروع کرے، پہلے پانی دونوں ہتھیلیوں پر ڈالے، اور انہیں تین بار دھوئے، پھر تین بار کلی کرے، پھر تین بار ناک میں پانی ڈال کر کھینچے اور صاف کرے، پھر چہرہ دھوئے، اس طرح کہ سر کے بالوں سے شروع کر کے ٹھوڑی کے آخر تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک دھوئے، تین بار ایسا کرے، پھر داہنا ہاتھ، بازو تک تین بار دھوئے اور انگلیوں کا خلال کرے، اسی طرح بایاں ہاتھ بھی، پھر ایک بار پورے سر کا مسح کرے وہ اس طرح کہ سر کے اگلے حصہ سے شروع کرے اور دونوں ہاتھ گدی تک لیجائے پھر انہیں واپس لوٹائے اور مسح کرتی ہوئی سر کے اگلے حصہ تک لے آئے، پھر دونوں کانوں کے اندر اور باہر مسح کرے پھر داہنا پاؤں ٹخنہ تک تین بار دھوئے اسی طرح بایاں پاؤں بھی، اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے ''**اشھد ان لا الہ الا اللہ و أشھد أن محمداً عبدہ ورسولہ اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین**'' روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے وضو کیا اور دونوں ہتھیلیوں کو اچھی طرح دھویا، پھر تین بار کلی کی، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ تین بار دھوئے، پھر سر کا ایک بار مسح کیا، اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئے، اور فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ بتانا چاہتا ہوں۔

(ترمذی وصححہ)

مکروہات وضو:

۱۔ ناپاک جگہ وضو کرنا۔ وضو کرتے وقت ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جس جگہ وہ وضو کر رہی ہے وہ جگہ پاک ہے یا نہیں۔

۲۔ وضو کے درمیان بات چیت کرنا۔

۳۔ چہرہ دھلتے وقت چہرے پر پانی مارنا۔ یہ عادت بعض عورتوں اور مردوں میں عام ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

نواقص وضو:

بعض ایسی چیزیں ہیں جو وضوکو توڑ دیتی ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ پاخانہ یا پیشاب کے راستہ سے جو کچھ نکلے جیسے: پیشاب، منی مذی، ودی، پاخانہ، ہوا خارج ہونا، ان تمام چیزوں سے، وضوٹوٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا یقبل اللہ صلاۃ أحدکم اذا أحدث حتی یتوضأ''[1] جب تم میں سے کسی کو حدث واقع ہو جائے تو جب تک وہ دوبارہ وضو نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔

۲۔ نشہ آور چیزوں کے استعمال سے اگر عقل پر پردہ پڑ جائے تو یہ ناقص وضو ہے کیونکہ یہ نیند کے مشابہ ہے۔ جب نیند ناقص وضو ہے تو گویا یہ بھی ناقص وضو ہے۔

۳۔ لیٹ کر گہری نیند سونا: ارشاد نبویؐ ہے: ''العین وکاء السہ فمن نام فلیتوضأ''[2] آنکھ دبر (چوتڑ) کا بندھن ہے جو سو جائے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔

۴۔ بغیر کسی پردہ کے شرمگاہ کو چھونا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''من مس ذکرہ فلا یصل حتی یتوضأ''[3] جو اپنی شرمگاہ کو چھوئے وہ وضو کیے بغیر نماز نہ پڑھے۔ اسی طرح بچے کی شرمگاہ کو چھونے سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے جیسے کہ بچے کے پاخانہ یا پیشاب صاف کرتے وقت اگر ہاتھ بچے کی شرمگاہ کو لگ گیا تو وضوٹوٹ جائیگا۔ (دارالافتاء کمیٹی سعودی عرب)

۵۔ شہوت کے ساتھ کسی کو چھونا۔

۶۔ اونٹ کا گوشت کھانا، ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، کہ کیا بھیڑ بکری کا گوشت کھانے سے وضو کروں آپ نے فرمایا اگر چاہو تو وضو کرو اور چاہو تو نہ کرو، پھر سوال کیا گیا کہ اونٹ کے گوشت سے وضو کروں۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں، (مسلم) اس سے معلوم ہوا کہ بکری کا گوشت کھانے سے وضو ضروری نہیں ہے لیکن اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ضروری ہے۔

وضو کی استحبابی صورتیں:

۱۔ سلسل البول: یعنی جس عورت کے مسلسل پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں، یا ہوا خارج ہوتی رہتی ہے تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے۔

(۱) صحیح بخاری (۲) ابوداود (۳) ترمذی وصححہ

۲۔استحاضہ والی عورت جسے ایام عادت کے علاوہ خون آتا رہتا ہے اس کے لیے بھی بہتر ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے، رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش کو ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم دیا تھا۔

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

مصنوعی بال پر مسح کرنے کا حکم:

مصنوعی بال پر مسح کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنے سر پر مسح نہیں کیا ہے بلکہ مصنوعی بال پر کیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔

ناخونی (Nail Polish) پر وضو کرنے کا حکم:

ناخونی پر وضو کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ناخونی گاڑھا ہوتا ہے اس کی وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچتا ہے، بعض عورتیں کہتی ہیں کہ جب مہندی پر وضو جائز ہے تو اس پر بھی جائز ہونا چاہیے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مہندی اور ناخوانی میں فرق ہے مہندی ایک قسم کا رنگ ہوتا ہے جو چمڑے میں سرایت کر جاتا ہے وہ پانی کو چمڑے تک پہنچنے سے روکتا نہیں ہے اور ناخونی ایک قسم کا گاڑھا مادہ ہوتا ہے جو جم جاتا ہے اور پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روکتا ہے، اس لیے اس پر وضو صحیح نہیں ہے۔

(واللہ اعلم باصواب)

موزوں پر مسح کا حکم:

موزوں پر مسح کرنا کتاب وسنت سے ثابت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذا توضأ أحدكم فليس خفيه فليمسح عليهما وليصل ولا يخلعها إن شاء الا من جنابة''[1] جب تم میں سے کوئی وضو کرے پھر اپنے دونوں موزوں کو پہنے تو ان پر مسح کر کے نماز پڑھ لے اور جنابت کے علاوہ اگر چاہے تو موزے نہ اتارے۔ اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

موزے پر مسح کرنے کے شروط:

موزے پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے جب:

۱۔ موزہ کو وضو کے بعد پہنا گیا ہو۔

۲۔ جہاں تک پاؤں کا دھونا فرض ہے وہاں تک موزہ سے ڈھکا ہوا ہو۔

(۱) دار قطنی وحاکم

۳۔مسح کے بعد اس کو اتارا نہ گیا ہو، اگر اتار لیا ہے تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔

مدت مسح:

مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات، اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات، شرط یہ ہے کہ وضو کے بعد پہنا گیا ہو، حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

''جعل رسول الله ﷺ ثلاثة أيام ولیهن للمسافر ویوما ولیلة للمقیم''(۱)

رسول اللہ ﷺ نے تین دن تین رات کے لیے اور ایک دن اور رات مقیم کے لیے متعین کیا ہے۔

❁❁❁❁

(۱) صحیح مسلم

حیض ونفاس کے احکام

حیض کی تعریف اور احکام:

حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کو ہر مہینہ ایک متعین مدت تک رحم سے آتا ہے، اس کا کم سے کم وقت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے۔ لیکن عام طور پر چھ یا سات دن تک آتا ہے۔

طہر (حیض کے علاوہ کے بقیہ دن) کی مدت کم از کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے عام طور پر تیئس یا چوبیس دن طہر رہتا ہے۔

اس بارے میں، عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ عورت جس کو پہلی بار حیض آیا ہے۔

۲۔ وہ عورت جس کو حیض کی ایک متعین مدت معلوم ہے۔

۳۔ استحاضہ والی عورت۔

ہر ایک کے الگ الگ احکام ہیں:

پہلی بار جس کو حیض آیا ہے وہ خون دیکھتے ہی نماز، روزہ، اور جنسی ملاپ ترک کردے گی، اور ایام طہر (پاکی کے دن) کا انتظار کرے گی۔ جب خون کی صفائی ہو جائے غسل کرے گی اور نماز پڑھنا شروع کردے گی اگر پندرہ دن کے بعد بھی خون جاری ہے وہ مستحاضہ سمجھی جائے گی، اور استحاضے کے احکام کی پابندی کرے گی۔

اگر پندرہ دنوں کے دوران اسے ایک دو دن خون آتا ہے اور پھر ختم ہو جاتا ہے تو وہ طہر کے دنوں میں نہا کر نماز پڑھے گی اور اگر رمضان کا مہینہ ہے تو روزہ بھی رکھے گی اور ایام خون میں رک جائے گی۔

اور جس عورت کو حیض کی مدت معلوم ہے وہ ان ایام میں نماز، روزہ اور جنسی ملاپ ترک کردے گی اور ایام مدت کے بعد خون کا پیلا رنگ یا پھیکا رنگ دیکھے تو اس کی پرواہ نہ کرے۔ البتہ اگر صاف خون دیکھے تو دوبارہ غسل کرے گی حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:

"کنا لا نعد الصفرة أو الكدرة بعد الطهر شيأ"(۱) ہم ایام طہر کے بعد پیلے یا مٹیالے رنگ کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔

حیض میں کیا چیزیں منع ہیں:

۱۔ حالت حیض میں جماع کرنا منع ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولا تقربوهن حتى يطهرن" تم ان کے پاک ہونے تک ان کے قریب مت جاؤ۔

۲۔ نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی البتہ پاک ہونے کے بعد روزہ کی قضا ضروری ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "اليس اذا حاضت المرأة لم تصل ولم تصم"(۲) جب عورتوں کو حیض آ جائے تو نہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی۔

۳۔ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے "لا احل المسجد لحائض ولا جنب"(۳) میں مسجد کو حائضہ اور ناپاک کے لیے حلال نہیں کرتا ہوں۔

۴۔ قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرے گی، حدیث میں ہے لا يقرأ الجنب ولا الحائض شيئا من القرآن"(۴) جنبی اور حائضہ قرآن پاک نہیں پڑھ سکتے، البتہ حائضہ اگر زبانی پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے۔

۵۔ حالت حیض میں طلاق دینا بھی صحیح نہیں ہے، بلکہ طہر کا انتظار کیا جائے گا اور طہر بھی وہ جس میں جماع نہ کیا گیا ہو۔ روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اسے ماہواری سے پاک ہونے تک اپنے پاس رکھو۔ (بخاری)

حیض میں کیا چیزیں جائز ہیں:

۱۔ جماع کے علاوہ عورت کے ساتھ ہر انداز میں اٹھنا بیٹھنا، بوس وکنار، کھانا پینا جائز ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جماع کے علاوہ سب کام جائز ہیں (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

۲۔ اللہ کا ذکر بھی کر سکتی ہے۔

۳۔ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج وعمرہ کے بقیہ ارکان ادا کر سکتی ہے طہر اور غسل کے بعد طواف بھی کر سکتی

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح بخاری (۳) ابوداود وصحہ وابن خزیمہ (۴) ترمذی واعلہ

ہے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: حاجی جو کرے وہ سب ارکان تم بھی ادا کرو سوائے طواف کعبہ کے جب پاک ہو جاؤ تو طواف بھی کرلو۔(بخاری ومسلم)

۴۔حائضہ عورت کے ساتھ کھانا پینا بھی جائز ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: میں حیض کی حالت میں ہوتی اور پانی پیتی تو رسول اللہ ﷺ بھی اس جگہ منہ لگا کر پانی پیتے تھے جس جگہ میں منہ لگا کر پیتی تھی۔(مسلم)

۵۔تفسیر کی کتابیں پڑھ سکتی ہے، اس لیے کہ قرآن کے علاوہ ہے......اور اگر قرآن پر کپڑا وغیرہ لپٹا ہوا ہے لیکن حیض کے علاوہ دوسری ناپاکی کی حالت میں نہ تو قرآن پڑھ سکتی ہے، اور نہ ہی زبانی پڑھ سکتی ہے جب تک غسل نہ کرے، کیونکہ عام ناپاکی کے بعد وہ فوراً غسل کرسکتی ہے مگر حیض کا مسئلہ ایسا ہے کہ فوراً غسل نہیں کرسکتی ہے بلکہ اس کی مدت طویل ہے یہی محققین علماء کا نظریہ ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

مانع حیض گولیوں کا استعمال:

اس سلسلے میں سعودی عرب کے دارالافتاء کمیٹی کا نظریہ یہ ہے کہ دورانِ حج حیض کے خوف سے مانع حیض گولیوں کا استعمال جائز ہے اسی طرح اگر عورت رمضان کا روزہ رکھنا چاہتی ہے تو بھی ایسا کرسکتی ہے مگر اسے کسی ماہر ڈاکٹر سے مشورہ کر کے ہی ایسا کرنا چاہیے تاکہ صحت متاثر نہ ہو۔

استحاضہ کے احکام:

استحاضہ: وہ خون ہے جو مدت حیض ونفاس کے علاوہ مخصوص جگہ سے کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔

مستحاضہ کے تین حالات ہیں:

۱۔عورت کو حیض کی مدت معلوم ہے اس مدت میں جو خون آتا ہے وہ حیض ہے باقی استحاضہ کیونکہ ام سلمہؓ کی حدیث ہے: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایسی عورت کے بارے میں فتویٰ پوچھا جسے بہت خون آتا تھا تو آپؐ نے فرمایا: مہینہ میں جتنے دن حیض کے ایام گذارتی تھی اتنے دن رات نماز ترک کردے جب وہ دن گذر جائیں تو نہا کر کپڑے کی لنگوٹی باندھے اور نماز پڑھے۔(ابوداود، نسائی اسنادہ حسن)

۲۔عورت کو برابر خون آتا رہتا ہے اس کے لیے کوئی متعین مدت نہیں ہے اور نہ ہی حیض کے خون کی تمیز کرسکتی ہے ایسی صورت میں اس کا حیض چھ یا سات دن ہے کیونکہ حمنہ بنت جحش کی حدیث ہے وہ کہتی ہیں: میں سخت استحاضہ میں مبتلا تھی، نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا کروں؟ تو آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان کی طرف سے ایک چوکا ہے، چھ یا سات دن حیض کے شمار کر، پھر نہالے جب

پاک وصاف ہو جائے تو تئیس یا چوبیس دن نماز پڑھ اور روزے رکھ، یہی تجھے کافی ہے اور ہر مہینہ اسی طرح کرتی رہے جس طرح عام عورتیں ایام ماہواری گذارتی ہیں۔ (ترمذی وصحیحہ)

یہ حدیث ان عورتوں کے لیے ہے جن کی نہ کوئی عادت مقرر ہو اور نہ ہی وہ حیض میں تمیز پیدا کر سکتی ہوں۔

۳۔عورت کی مقررہ مدت نہیں ہے لیکن وہ حیض اور استحاضہ میں تمیز پیدا کر سکتی ہے ایسی صورت میں وہ اپنی تمیز پر عمل کرے گی۔ فاطمہ بن حبیش کی حدیث ہے کہ وہ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں تو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے جو معروف ہے اگر یہی ہے تو نماز مت پڑھو اور اگر روئی دوسرا رنگ ہے۔ تو وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرو اس لیے کہ یہ رگ کا خون ہے حیض نہیں۔

(ابوداؤد، نسائی، وصحیحہ ابن حبان)

مستحاضہ کے احکام:

استحاضہ کوئی ایسی حالت نہیں ہے جس میں وہ تمام چیزیں ممنوع ہوں جو بحالت حیض ممنوع ہیں البتہ کچھ ایسے ہیں جن کی رعایت ضروری ہے وہ احکام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔نماز کے لیے اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

۲۔ ہر نماز کے لیے وضو ضروری ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کا یہی حکم ہے ''پھر ہر نماز کے لیے وضو کر''۔ (بخاری)

۳۔ وضو کرنے سے پہلے اپنی شرمگاہ کو دھو ڈالے بلکہ بہتر یہ ہے کہ نجاست کو روکنے کے لیے روئی کا ٹکڑا رکھ لے۔

۴۔نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے وضو نہ کرے۔

۵۔اس حالت میں جماع جائز ہے کیونکہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

۶۔اس پر بھی وہی احکام نافذ ہوں گے جو پاک عورتوں پر نافذ ہوتے ہیں، مثلاً نماز پڑھے گی، روزہ رکھے گی، اعتکاف بیٹھے گی، تلاوت قرآن کرے گی، وغیرہ وغیرہ، یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔

نفاس:

نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد عورت کی شرمگاہ سے خارج ہوتا ہے کم سے کم کی کوئی حد نہیں ہے جب بھی عورت پاک صاف ہو جائے غسل کر کے نماز پڑھنی شروع کر دے۔ البتہ چالیس روز سے پہلے اس

سے جماع کرنا مناسب نہیں ہے اس لیے کہ اس سے تکلیف لاحق ہونے کا خدشہ ہے۔نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے، اس لیے کہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں چالیس دن بیٹھتی تھیں ۔(بلوغ المرام باب الحیض)''نیز فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ عورت سے بچہ جنم دینے کے بعد کتنے دن انتظار کرے فرمایا:''أربعین یوما الا أن تری الطهر قبل ذالک ''[1] چالیس دن انتظار کرے الاّ یہ کہ اس سے پہلے پاک وصاف ہو جائے۔

ممنوعات نفاس:

نفاس سے بھی وہی تمام چیزیں منع ہیں جو حیض کی وجہ سے منع ہیں، اسی طرح نفاس کے دنوں میں جو نمازیں چھوٹ گئی ہیں اس کی قضا ضروری نہیں ہے۔

❁❁❁❁

(۱)ترمذی،واعله بالغرابة وصححه الحاكم

غسل کے احکام

غسل کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ اگر جنبی ہو تو پاکی حاصل کرو، یعنی غسل کر کے پاکی حاصل کرو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ''اذا تجاوز الختان الختان فقد وجب الغسل ''[1] جب مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں تجاوز کرے تو غسل واجب ہو گیا۔

جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے:

۱۔جماع کرنے سے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ اگر تم ناپاک ہو تو پاکی حاصل کرو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا التقى الختانان فقد وجب الغسل ''[2] جب دونوں شرمگاہ مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۲۔حیض اور نفاس کا خون ختم ہونے پر: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾[3]

تم لوگ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک وصاف نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ پھر جب وہ پاک وصاف ہو جائیں تو جہاں سے اللہ نے حکم دیا ہے وہاں سے ان کے پاس جاسکتے ہو، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''امكثى قدر ما كانت تجسك حيضتك ثم اغتسلى ''[4] جتنے دنوں تک تمہیں حیض آتا ہے اتنے دنوں تک تم ٹھہری رہو پھر غسل کرو۔

۳۔موت سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ حضرت زینبؓ کی وفات کے موقع پر آپ نے انہیں غسل دینے کا حکم فرمایا تھا۔

(۱) صحیح مسلم (۲) صحیح بخاری (۳) سورۃ البقرۃ:۲۲۲ (۴) صحیح مسلم

فرائضِ غسل:

ا۔نیت کرنا: چونکہ ناپاکی زائل کرنا مقصود ہوتا ہے اس لیے اس کا دل میں ارادہ کرنا ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''انما الأعمال بالنیات، وانما لکل امری ما نوی ''تمام اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لیے وہی ہے جس کا وہ ارادہ کرے۔

۲۔جسم کے ہر حصہ تک پانی پہنچانا، بلکہ ہاتھ جہاں تک پہنچے وہاں تک خوب مل مل کر نہائے۔

۳۔بالوں اور انگلیوں کے درمیان خلال کرنا۔

سنن غسل:

ا۔ شروع میں ''بسم اللہ'' کہنا

۲۔ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہتھیلیوں کو دھونا۔

۳۔ پہلے ناپاکی صاف کرنا۔

۴۔ نہانے سے پہلے وضو کرنا۔

غسل کا طریقہ:

''بسم اللہ'' کہہ کر غسل شروع کرے، پہلے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھوئے، پھر استنجاء کر کے شرمگاہ کو ہر قسم کی غلاظت سے صاف کرے، پھر وضو کرے۔ البتہ پاؤں وضو کے ساتھ دھونا بھی جائز ہے اور اگر غسل کے آخر میں دھوتی ہے تو بھی جائز ہے، پھر دونوں ہتھیلیاں پانی سے تر کر کے سر کے بالوں کی جڑوں میں داخل کر کے تین بار دھوئے، اگر چوٹی باندھ رکھی ہے اور پانی کا بال کی جڑ تک پہنچنا ممکن ہے تو اس کا کھولنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ام سلمہؓ کی روایت ہے'' کہ ایک عورت نے آپ سے کہا، میں اپنے سر کے چوٹی کو سختی کے ساتھ باندھ لیتی ہوں، کیا طہارت حاصل کرتے وقت اس کو کھول دوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ تجھے اس پر تین لپ پانی ڈال لینا کافی ہے، پھر اپنے تمام بدن پر پانی ڈالے ایسا کرنے سے مکمل طہارت حاصل ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم، مسند احمد)

پھر جسم کے دائیں جانب پانی ڈالے اس کے بعد بائیں جانب اور اوپر سے نیچے تک خوب مل مل کر نہائے۔

غسل کے متعلق چند ضروری مسائل:

۱۔ اگر حیض اور جنابت دونوں کے لیے غسل کرنا ہے تو ایک غسل دونوں کے لیے کافی ہے، اسی طرح جمعہ اور عید یا جنابت اور جماع دونوں ساتھ ساتھ واقع ہو جائیں تو دونوں کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے، شرط یہ ہے کہ عورت نے دونوں کی نیت کی ہو۔

۲۔ جنابت کا غسل کر لیا لیکن بعد میں اس نے وضو نہیں کیا تو وہ غسل وضو کے لیے کافی ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کرنے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، وغیرہ)

۳۔ جنبی اور حائضہ کے لیے بہتر ہے کہ وہ بالوں کو صاف کر لیں اور ناخن کاٹ لیں۔

۴۔ غسل و وضو کے لیے تولیہ استعمال کرنا جائز ہے۔

۵۔ عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد غسل کر سکتا ہے اسی طرح مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کر سکتی ہے۔ اسی طرح دونوں ایک ساتھ غسل کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بیوی غسل فرما رہی تھیں اتنے میں آپؐ حاضر ہوئے اور اسی پانی سے وضو کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ میں ناپاک ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:

''ان الماء لا یجنب''[1] پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

❀❀❀❀

(۱) مسند احمد، ابوداود، ترمذی، نسائی

تیمّم کے احکام

تیمم کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾[1] اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے فارغ ہوا ہے یا عورتوں کو ہاتھ لگایا ہے، اور پانی نہیں پا رہا ہے تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھ کا مسح کرو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الصعيد وضوء المسلم وان لم يجد الماء عشر سنين''[2]

پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے چاہے دس سال تک پانی نہ ملے۔

تیمم کس کے لیے جائز ہے:

چونکہ تیمم وضو اور غسل دونوں کا بدل ہے، غسل چاہے جنابت کا ہو یا حیض ونفاس کا ہو، اگر عورت پانی تلاش کرتی ہے اور اسے پانی نہیں ملتا ہے، یا پانی موجود ہے مگر بیماری کی وجہ سے اسے استعمال کرنے پر قدرت نہیں رکھتی ہے یا پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہے، یا وہ بیماری کی وجہ سے حرکت نہیں کر سکتی ہے اور کوئی اسے پانی دینے والا بھی نہیں ہے تو ان تمام صورتوں میں تیمم کر سکتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تیمم:

پہلے ''بسم اللہ'' کہے پھر دل میں تیمم کی نیت کر کے زمین پر دونوں ہتھیلیوں کو مارے، مٹی ہو یا ریت سب جگہ جائز ہے اور ہاتھ کو گرد وغبار سے جھاڑ لے تو کوئی حرج نہیں ہے پھر ایک بار چہرے کا مسح کرے، تیمم ہو گیا۔ ایسا ہی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

نواقص تیمم:

تیمم دو وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے:

---

(۱) سورۃ النساء: ۴۳ (۲) نسائی، ابن حبان، وھو صحیح

۱۔جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہےان سے تیمم بھی ٹوٹ جائے گا کیونکہ تیمم وضوکا بدل ہے۔

۲۔اگرنمازشروع ہونے سے پہلے پانی مل جائے، یانماز کے دوران ہی پانی مل جائے،تو بھی تیمم ختم ہو جائے گا۔اور وضوکرنا ضروری ہوگا۔اور اگر نماز سے فارغ ہوچکی ہے پھر پانی ملا تو اس صورت میں نماز درست ہےاس کادوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ دو آدمی سفر پر نکلے،نماز کا وقت آ گیا مگران کے ساتھ پانی نہیں تھادونوں نے پاک مٹی سے تیمم کیااورنماز پڑھ لی۔پھر پانی بھی مل گیا،جبکہ ابھی نماز کا وقت بھی باقی تھا۔ ان میں سے ایک نے وضوکر کے دوبارہ نماز پڑھ لی جب کہ دوسرے نے وضوکیااور نہ ہی نماز دھرائی۔سفر سے واپسی کے بعد دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکراپنا واقعہ سنایا۔آپ نے اس شخص کوجس نے دوبارہ نمازنہیں پڑھی تھی فرمایا:تو نے سنت کے مطابق کیااور تیری نماز کافی ہوگئی اور دوسرے سے فرمایا: پچھلے دوگنااجر ملے گا۔(بلوغ المرام)

❀❀❀❀

نماز کے احکام

صلاۃ کا لغوی مفہوم جس کو ہم اپنی مادری زبان میں ''نماز'' کہتے ہیں ''دعا'' کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں نماز'' ان مخصوص افعال واقوال کا نام ہے جن کا آغاز تکبیر تحریمہ یعنی ''اللہ اکبر'' سے ہوتا ہے اور خاتمہ ''سلام'' سے ہوتا ہے درمیان میں قیام ورکوع اور سجود بھی ہوتا ہے۔

نماز کب فرض ہوئی:

یہ بات متعین ہے کہ نماز معراج میں فرض ہوئی ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر معراج کی رات پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی تھی، پھر کم کردی گئی یہاں تک کہ کم کرتے کرتے پانچ وقت کی نماز باقی رہ گئی، پھر ندادی گئی کہ اے محمد ﷺ میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور تمہارے لیے ان پانچوں نمازوں کے بدلے پچاس وقت کا ثواب ملے گا۔

(احمد، نسائی، ترمذی)

نماز کی فرضیت کے دلائل:

ارشاد باری ہے:

﴿قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾[1] آپ میرے مومن بندوں سے کہہ دیں کہ وہ نماز قائم کریں، اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے درپردہ اور علی الاعلان خرچ کریں۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ دینا

(۴) خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

(۵) رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری ومسلم)

---

(۱) سورۃ ابراہیم: ۳۱

نماز واجب ہونے کے شروط:

نماز واجب ہونے کے چند شروط ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عورت مسلمان ہو۔ (۲) بالغ ہو۔

(۳) پاگل یا مجنوں نہ ہو بلکہ صاحب عقل و سمجھ بوجھ والی ہو۔

(۴) حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہو۔ البتہ نابالغ بچی کی نماز صحیح ہے اگر چہ اس پر نماز واجب نہیں ہے۔

نماز کی صحت کے شروط:

نماز کی صحت کے لیے وہی شرطیں ہیں جو نماز کے واجب ہونے کے ہیں البتہ ان کے علاوہ کچھ مزید شرطیں بھی ہیں جن کی رعایت ضروری ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نماز کا وقت داخل ہو گیا ہو۔

(۲) حدث اکبر اور حدث اصغر سے پاک ہو۔

(۳) کپڑا، بدن اور جگہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

(۴) مکمل ستر پوشی ہو۔ (۵) قبلہ کی طرف رخ ہو۔

(۶) دل میں نماز کی نیت ہو، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا صحیح نہیں ہے۔

(۷) ایک دوسرے سے بات چیت کرنا بند کر دیا جائے۔

(۸) کھانا، پینا بھی بند کر دیا جائے۔

نماز کے ارکان:

نماز کے ارکان بھی اس طرح واجب ہیں جس طرح نماز کے شروط، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نماز کے شروط نماز پر مقدم ہیں جیسے طہارت وغیرہ، اور ارکان ان اعمال کا نام ہے جن کے چھوٹ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے قیام، رکوع، سجود، وغیرہ۔

نماز کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ: اللہ اکبر، (۲) قیام،

(۳) سورہ فاتحہ کی قرأت، (۴) رکوع،

(۵) رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا، (۶) ہر رکعت میں دو سجدے،

(۷) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، (۸) آخری قعدہ،

(۹) دونوں جانب سلام پھیرنا، (۱۰) ہر رکن کو اطمینان سے ادا کرنا،

(۱۱) ترتیب۔ اگر ان ارکان میں سے کوئی رکن چھوٹ گیا تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

نماز کی سنتیں:

(۱) چار جگہوں پر رفع یدین کرنا: تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع جاتے وقت، رکوع کے بعد، تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت۔

(۲) سینہ پر ہاتھ باندھنا، (۳) دعاء ثناء پڑھنا،

(۴) قرأت سے پہلے ''اعوذ باللہ پڑھنا، (۵) سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا،

(۶) سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کا ملانا، (۷) جہری نمازوں میں بلند قرأت کرنا،

(۸) تکبیر کہنا، (۹) رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' کہنا،

(۱۰) سجدہ جاتے وقت پہلے دونوں ہاتھوں کو رکھنا پھر دونوں گھٹنوں کو،

(۱۱) سات اعضاء پر سجدہ کرنا، (۱۲) سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہنا،

(۱۳) دوسرے سجدہ کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہونا۔

(۱۴) آخری تشہد میں تورّک۔

ان امور کا بیان جن سے نماز باطل ہو جاتی ہے:

(۱) جان بوجھ کر بات کرنا، لیکن اگر بھول کر بات کر لی ہے تو سجدہ سہو ضروری ہوگا نماز باطل نہیں ہوگی۔

(۲) قہقہہ مار کر ہنسنا۔ (۳) کھانا، پینا چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) نماز میں بہت زیادہ بیکار حرکتیں کرنا۔ (۵) وضو کا ٹوٹ جانا۔

(۶) دوران نماز خیال آئے کہ اس نے وضو نہیں کیا ہے۔

(۷) اعتدال واطمینان سے تمام ارکان کو ادا نہ کرنا۔

(۸) قبلہ کے علاوہ کسی دوسری طرف رخ کر کے نماز پڑھنا...... مذکورہ امور سے نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔

ان امور کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں:

کچھ امور ایسے ہیں کہ اگر وہ نماز میں واقع ہو جائیں تو اس سے نماز تو باطل نہیں ہوگی لیکن اجر کم ہو جائے گا، اس لیے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایسے امور نماز میں نہ واقع ہوں، اور وہ امور مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دوران نماز آسمان کی طرف دیکھنا۔ (۲) نماز میں ادھر ادھر دیکھنا۔

(۳) کمر پر ہاتھ رکھنا۔

(۴) نماز میں بال سیدھا کرنا، یا آستین یا کپڑا درست کرنا۔

(۵) سجدے کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ سجدے کی جگہ سے کنکریوں وغیرہ کو صاف کرنا، اگر ایک مرتبہ صاف کرلیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۶) رکوع وسجدہ میں قرآن کی تلاوت۔

(۷) کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا۔

(۸) نماز میں اقعاء کرنا، یعنی کتا کے بیٹھنے کی طرح بیٹھنا۔

نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ:

جب عورت وضو سے فارغ ہو جائے تو مندرجہ ذیل طریقے سے، اسے اپنی نماز ادا کرنی چاہیے:

۱۔ اپنے پورے جسم کے ساتھ سیدھی قبلہ کی طرف کھڑی ہو۔

۲۔ دل میں نماز کی نیت کرے (زبان سے مطلق نہ کہے) اور سنت یہ ہے کہ اپنے سامنے سترہ رکھ لے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے سترہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

۳۔ تکبیر تحریمہ یعنی ''اللہ اکبر'' کہے اور اپنی نگاہ کو سجدہ کی جگہ رکھے۔

۴۔ تکبیر کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں کی لو تک لے جائے (بہت عورتیں کانوں کو چھوتی ہیں بعض عورتیں کانوں کے اوپر تک ہاتھ لے جاتی ہیں یہ غلط ہے)

۵۔ اپنی داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھ لے۔

۶۔ دعا ثناء پڑھے اور وہ یہ ہے ''**اللهم باعد بيني وبين خطاياى كما باعدت بين المشرق والمغرب، اللهم نقني من خطاياى كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، اللهم اغسل خطاياى بالماء والثلج والبرد**''

۷۔ پھر ''اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم '' اور ''بسم اللہ الرحمن الرحیم '' کہہ کر سورہ فاتحہ پڑھے، اس کے بعد '' آمین'' کہے، اس کے بعد قرآن کی جو سورت یاد ہو اسے پڑھے۔

۸۔ پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی رکوع میں جائے۔ رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے سر کو اپنی پیٹھ کے بالکل برابر رکھے ذرا بھی اونچا نیچا نہ کرے، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے۔ اس طرح کہ انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ انتہائی اطمینان وسکون کے ساتھ ''سبحان ربی العظیم'' تین بار پڑھے۔ البتہ رکوع جاتے وقت رفع یدین کرے یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں تک یا کانوں کی لو تک لے جائے، جس طرح تکبیر تحریمہ کے وقت کیا تھا۔

۹۔ پھر جب رکوع سے اٹھے تو رفع یدین کرے اور ساتھ ہی ساتھ ''سمع اللہ لمن حمدہ'' بھی کہے اور قیام کی حالت میں یہ دعا پڑھے۔''ربنا ولک الحمد حمدا کثیراً طیباً مبارکاً فیه ملْءُ السموات وملْءُ الارض وما بینهما وملْءُ ماشئت من شیء بعد''۔

۱۰۔ پھر ''اللہ اکبر'' کہتی ہوئی سجدہ میں جائے۔ پہلے دونوں ہاتھوں کو رکھے پھر دونوں گھٹنوں کو، اور سجدہ اس طرح کرے کہ دونوں ہاتھ اور پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔ دونوں بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے دور رکھے، انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ سات اعضاء پر سجدہ کرے، ناک کے ساتھ پیشانی پر، دونوں ہتھیلیوں پر، دونوں گھٹنوں پر، دونوں قدموں کی انگلیوں پر، اپنے بازوؤں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اوپر رکھے۔ سجدہ میں تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہے۔

۱۱۔ پھر ''اللہ اکبر'' کہتی ہوئی سجدہ سے اپنا سر اٹھائے، بایاں قدم بچھا کر بیٹھے اور داہنا قدم کھڑا رکھے، اور داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں گھٹنے کے قریب ہوں اور قبلہ کی طرف ہوں، اور یہ دعا پڑھے: اللهم اغفرلي وارحمني واهدني وارزقني واجبرني وعافني.

۱۲۔ پھر ''اللہ اکبر'' کہتی ہوئی دوسرا سجدہ کرکے اس میں بھی وہی دعا پڑھے جو پہلے سجدہ میں پڑھی تھی۔

۱۳۔ پھر ''اللہ اکبر'' کہتی ہوئی دوسرے سجدہ سے اٹھے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑی ہو، دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھے گی۔ البتہ دوسری رکعت میں دعاء ثناء نہیں پڑھے گی۔ جلسہ استراحت کے بعد دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے اور قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے

جب اٹھے تو پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین سے اٹھائے پھر دونوں ہاتھوں کو۔

۱۴۔ پہلے قعدہ میں جلسہ اُستراحت کی طرح بیٹھ کر دعاء تشہد ''التحیات'' پڑھے۔ التحیات پڑھتے وقت داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو موڑ کر کلمہ کی انگلی کو کھلی رکھ کر اس سے اشارہ کرے۔

۱۵۔ اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہے تو پہلے قعدہ میں صرف ''التحیات'' پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے رفع یدین کرتی ہوئی کھڑی ہو جائے، البتہ تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے گی۔

۱۶۔ آخری قعدہ میں تورّک کرے یعنی اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے اس طرح کہ انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں۔ اور بائیں پاؤں کو داہنی پنڈلی کے نیچے سے نکال کر زمین پر بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر اسی طرح رکھے جیسے پہلے رکھا تھا۔ پھر تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اور دوسری دعائیں پڑھے اس کے بعد دونوں جانب ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہتے ہوئے سلام پھیر دے۔

کیا عورت اور مرد کی نماز میں فرق ہے؟

احادیث صحیحہ میں رسول اللہ ﷺ سے عورت اور مرد کے نماز میں کوئی فرق نہیں ثابت ہے۔ اگر فرق ہوتا تو احادیث میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ احناف دونوں کی نمازوں میں فرق کرتے ہیں مگر اس کے لیے کوئی صحیح دلیل ان کے پاس نہیں ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے گی اور مرد ناف کے نیچے مگر اس تفریق کے لیے صحیح روایت کی ضرورت ہے اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت اس تفریق میں ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ عورت سجدہ کی حالت میں اپنے پیٹ کو دونوں رانوں سے ملائے رکھے گی۔ اس مسئلہ میں جن روایتوں سے وہ استدلال کرتے ہیں وہ حد درجہ کی ضعیف ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیں تنقیح الکلام ص ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں ثابت ہے لہٰذا عورتوں کو اسی طرح نماز پڑھنی چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے۔

نماز کی قضاء:

اگر عورت بھول گئی اور نماز نہیں پڑھی ہے یا سو گئی یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے بھول گئی ہے اور نماز کا وقت ختم ہو گیا ہے تو جب نماز یاد آئے فوراً اسے پڑھ لینی چاہیے تاخیر کرنا بہتر نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

''من نام عن صلاۃ او نسیھا فلیصلھا متی ذکرھا فإنھا لا کفارۃ لھا إلا ذالک ''[1] جو شخص نماز سے سوگیا اور اس کو بھول گیا تو جب اسے یاد آئے فوراً اس کو پڑھ لے کیونکہ اس کا کفارہ اس کا پڑھنا ہے۔

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے:

۱۔ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اس کے درمیان کوئی نفلی نماز پڑھنا منع ہے جب سورج خوب روشن ہو جائے تو پڑھ سکتی ہے۔

۲۔ زوال کے وقت، ۳۔ عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک، رہا تحیۃ المسجد کا مسئلہ تو اسے ان اوقات میں پڑھ سکتی ہے صرف سورج نکلتے وقت اور غروب ہوتے وقت نہیں پڑھنی چاہیے۔

نماز میں عورت امام کو کس طرح متنبہ کرے:

اگر نماز میں امام کو کچھ سہو ہو جائے، تو عورت اپنی داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر رکھ کر متنبہ کرے گی۔ اور آدمی ''سبحان اللہ'' کہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

''من نابہ شیء فی صلاتہ فلیسبح وإنما التصفیق للنساء ''[2] جس کو نماز میں کچھ لاحق ہو جائے تو مرد ''سبحان اللہ'' کہے، اور عورتوں کے لیے تصفیق ہے۔

نماز کے درمیان عورت چھوٹے بچوں کو لے سکتی ہے:

دوران نماز چھوٹی بچی یا بچہ سامنے آ جائے تو اسے عورت اٹھا سکتی ہے خواہ نماز فرض کی ہو یا سنت کی، حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ رکوع میں جاتے تو اتار دیتے اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تو پھر اپنی گردن پر بٹھا لیتے۔ (احمد، نسائی) ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ صبح کی نماز تھی۔

عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کا حکم:

عورتیں مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ''عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں۔ پھر وہ اپنی چادروں کو اوڑھے ہوئے مسجد سے واپس ہوتی تھیں مگر اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں''۔ (بخاری و مسلم)

---

(۱) بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی

(۲) بخاری، مسلم، ابوداود، نسائی

اسی طرح اگر عورت پورے پردہ کے ساتھ مسجد میں جانے کے لیے اجازت طلب کرتی ہے تو اسے اجازت دینا چاہیے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''لا تمنعو إماء الله مساجد الله ''(۱) تم لوگ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

حضرت ابن عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے ''لا تمنعوا نساء کم المساجد اذا استأذنکم الیها ''(۲) جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انہیں مت روکو، اتنے میں حضرت بلالؓ نے کہا میں انہیں ضرور منع کروں گا حضرت ابن عمرؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور برا بھلا کہا اور کہا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث بتا رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو کہ میں روکوں گا۔

ان روایتوں کے علاوہ دوسری بہت سے روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز کے لیے جا سکتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ مسجد میں ان کا بہترین انتظام ہو اور پورے پردے کے ساتھ جائیں، خوشبو وغیرہ ہرگز استعمال نہ کریں۔

لیکن گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الصلاة المرأة فی بیتها أفضل من صلاتها فی حجرتها و صلاتها فی مجدعها أفضل من صلاتها فی بیتها ''(۳) عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا کمرہ کے اس خاص حصہ میں جس کو نماز کے لیے خاص کیا ہے اس میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ دوسری روایت ہے ''لاتمنعوا نساء کم المساجد و بیوتهن خیر لهن ''(۴) تم لوگ اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکو، البتہ ان کا گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

مذکورہ روایتوں سے معلوم ہوا کہ عورت مسجد میں نماز پڑھ سکتی لیکن گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، البتہ اگر فتنہ کا خوف ہے تو اجتناب کرنا بہتر ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''لو أن رسول الله ﷺ رأى من النساء ما رأینا لمنعهن من المسجد کما منعت بنو اسرائیل نساء ها ''(۵) جو کچھ میں نے عورتوں کے متعلق دیکھا ہے اگر رسول اللہ ﷺ بھی دیکھ لیتے تو انہیں مسجد میں جانے سے روک دیتے جس

(۱) صحیح مسلم (۲) صحیح مسلم
(۳) ابوداود (۴) ابوداود (۵) متفق علیہ

طرح بنواسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا تھا۔

مذکورہ بالا روایتوں کی روشنی میں مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ عورت مسجد جا سکتی ہے۔

(۱) مسجد میں عورت کے لیے الگ سے انتظام ہو۔ (۲) عورت مکمل پردہ کے ساتھ جائے۔ (۳) خوشبو دار چیزیں ہرگز نہ استعمال کرے۔ (۴) راستہ محفوظ ہو۔

عورت کی امامت:

کیا عورت مرد کی امام بن سکتی ہے؟

عورت مرد کا امام نہیں بن سکتی ہے۔ خواہ مرد کوئی بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لن یفلح قوم ولوا أمرھم امرأۃ** ''[۱] وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنا معاملہ کسی عورت کے سپرد کردیا ہو'' اگر عورت مرد سے زیادہ پڑھی لکھی ہے تب بھی امام نہیں بن سکتی''، رہا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان: ''**یؤم القوم أقرأھم الکتاب اللہ** ''[۲] قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو۔ تو یہ حدیث مردوں کے ساتھ خاص ہے...... دوسری بات امامت کے لیے شرط ہے کہ مرد ہو، عادل ہو اور قرآن وسنت کا عالم ہو، لہٰذا عورت مرد کا امام نہیں بن سکتی۔

عورت کا امام بننا:

عورت عورتوں کی نماز میں امام بن سکتی ہے اور وہ صف میں ان کے درمیان ہی کھڑی ہوگی، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہؓ بنت عبداللہ بن حارث کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو امامت کرائیں۔

(سنن ابی داؤد وھو حدیث صحیح)

اسی طرح اگر وہ جماعت نہ بھی کرائیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اذان اور جماعت صرف مردوں پر ہی فرض ہے عورتوں پر نہیں۔

عورت کی صف بندی:

اگر دو عورتیں ساتھ میں نماز پڑھ رہی ہیں تو جو عورت امام بنے گی دوسری عورت اس کے داہنے جانب کھڑی ہوگی۔

اگر عورت مرد کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے تو وہ پیچھے کھڑی ہوگی۔

---

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم

اگر عورت دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے تو دوسرا آدمی امام کے داہنے جانب کھڑا ہوگا اور عورت دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگی۔ اس لیے کہ حضرت انسؓ سے روایت ہے "أن رسول الله ﷺ صلى به وبامه أو خالته فأقامني عن يمينه وأقام المرأة خلفنا "(۱) "نبی کریم ﷺ نے ان کو اوران کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی تو مجھ کو اپنے داہنے جانب کرلیا اور عورت کو ہمارے پیچھے کردیا"۔ اسی طرح اگر مرد اور بچے ساتھ ہیں تو اس وقت بھی عورت سب کے پیچھے ہوگی۔

مرد عورتوں کی امامت کراسکتا ہے:

مرد صرف عورتوں کی امامت کراسکتا ہے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ ابی بن کعب رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ: آج رات میں نے ایک عجیب کام کرلیا ہے، آپ نے فرمایا: کون سا کام؟ ابی نے کہا: میرے ساتھ گھر میں چند عورتیں تھیں، انہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ پڑھنا نہیں جانتی ہیں اور آپ پڑھنا جانتے ہیں لہٰذا آپ ہماری نماز پڑھا دیجئے تو میں نے آٹھ رکعت اور وتر پڑھایا آپ اس کو سن کر خاموش ہوگئے، ابی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی خاموشی کو رضا مندی پر محمول کیا۔ (اس روایت کو ابویعلی اور طبرانی نے اوسط میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔)

نماز جمعہ:

عورت پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز ظہر ادا کرے، لیکن اگر وہ نماز جمعہ میں شریک ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز پڑھتی ہے تو اس کی نماز صحیح ہے۔(۲)

عیدین کی نماز:

عید خواہ عیدالفطر ہو یا عیدالاضحیٰ دونوں میں عورت کا عیدگاہ جانا اور وہاں نماز پڑھنا مشروع ہے خواہ وہ عورت جوان ہو، بوڑھی ہو، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، سبھی جاسکتی ہیں حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے "أمرنا رسول الله ﷺ أن نخرج في الفطر والأضحى: العواتق، وذوات الخدور، فأما الحيض فيعتزلن الصلاة، وليشهدن الخير ودعوة المسلمين، قلت: يارسول الله! إحدانا لا يكون لها جلباب؟ قال: لتلبسها أختها من جلبابها "(۳) رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم

---

(۱) صحیح مسلم

(۲) هداية المجتهد ، المهذب ، القوانين الفقهيه (۳) متفق عليه واللفظ المسلم

عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر نوجوان باکرہ لڑکیوں، اور حائضہ عورتوں کو لے چلیں، حائضہ عورتیں نماز نہیں پڑھیں گی، بلکہ وعظ و نصیحت اور دعا میں شریک ہوں گے۔ میں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اس کی بہن اس کو اپنی چادر دے دے۔.....'' وعن ابن عباس قال: خرجت مع النبی ﷺ یوم فطر أو أضحی فصلی ثم خطب ثم أتی النساء فوعظهن و ذکرهن و أمرهن بالصدقة''(۱)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر نکلا، آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، اس کے بعد عورتوں کے پاس آئے، اور انہیں نصیحت فرمائی اور انہیں صدقات وخیرات کرنے کا حکم دیا۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عورتیں عیدگاہ جاسکتی ہیں تاکہ اس کے حسنات اور بھلائیوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ حائضہ عورت بھی جاسکتی ہے وہ صرف نماز نہیں پڑھے گی باقی خطبہ سنے گی، دعا میں شریک ہوگی، جو لوگ عورتوں کو عیدگاہ جانے سے روکتے ہیں وہ صریح حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور بہت بڑی نیکیوں سے ان کو محروم کرتے ہیں۔

عیدین کی نماز کا طریقہ:

عیدین کی نماز صرف دو رکعت سنت مؤکدہ ہے، انہیں صبح سویرے دن نکلتے ہی پڑھنا افضل ہے ان کے لیے نہ اذان کہنی چاہیے اور نہ اقامت۔ (متفق علیہ)

عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیریں زائد کہنی چاہئیں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہنی چاہئیں۔ (ابوداؤد)

ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے۔

عیدین کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی سنت یا نفل نہیں پڑھنی چاہیے۔ (بخاری و مسلم)

❀❀❀❀

(۱) صحیح بخاری

جنازہ کے احکام

عورت کا اپنے شوہر کو غسل دینا:

عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے حضرت عائشہؓ کہتی ہیں:

لو استقبلت من أمری ما استدبرت ما غسل رسول الله ﷺ إلا نساء ہ "(۱) اگر یہ بات مجھے پہلے سے معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی ہے تو رسول اللہ ﷺ کو صرف آپ کی عورتیں ہی غسل دیتیں۔...... اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ نے غسل دیا تھا (مالک) حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا۔ (اس روایت کو امام شافعی اور ابونعیم نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

عورت کا کفن:

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے گا، قمیص، تہبند، دوپٹہ، اور دو چادر، کیونکہ ام کلثومؓ کو ان کی وفات کے وقت پانچ کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ (ابوداؤد)

اگر عورت حالت احرام میں انتقال کرگئی ہے تو وہ دیگر عورتوں ہی کی طرح کفنائی جائیگی، لیکن نہ اس کو خوشبو لگائی جائے گی، اور نہ ہی اس کا چہرہ نقاب سے، اور نہ اس کا ہاتھ دستانہ سے چھپایا جائے گا لیکن اس کا چہرہ اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے کفن سے ڈھانپ دیئے جائیں گے۔ (فتاویٰ شیخ ابن باز)

عورت کی نماز جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہو:

عورت کی نماز جنازہ میں امام عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہوگا، کیونکہ روایت ہے کہ انس بن مالکؓ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی، تو آپ اس کے سر کے پاس کھڑے ہوئے اس کے بعد ایک عورت کا جنازہ آیا تو آپ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھائی اس وقت آپ اس کی کمر کے پاس کھڑے ہوئے، اس وقت ہمارے درمیان علاء بن زیاد علوی بھی موجود تھے تو انہوں نے اس اختلاف قیام کو دیکھ کر سوال کیا کہ اے ابوحمزہ کیا رسول اللہ ﷺ اسی طرح کھڑے ہوتے تھے، تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد)

(۱) الحاکم وصححہ، ابوداود، ابن ماجہ، احمد

عورت نماز جنازہ پڑھ سکتی ہے جس طرح آدمی پڑھتا ہے اور وہ بھی اجر وثواب کی مستحق ہوسکتی ہے عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں نماز جنازہ پڑھا کرتی تھیں۔

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کا حکم:

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لعن اللہ زوّارات القبور ''(۱) اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ کیونکہ یہ باعث فتنہ ہے، جیسا کہ آج کل دیکھا جاتا ہے۔

عورت جنازہ کے ساتھ جاسکتی ہے یا نہیں:

صحیح یہ ہے کہ عورت جنازہ کے ساتھ نہیں جاسکتی ہے۔ کیونکہ انہیں اس سے روکا گیا ہے۔ بخاری ومسلم میں حضرت ام عطیہؓ سے ثابت ہے کہ ''نھینا عن اتباع الجنائز ولم یعزم علینا ''(۲) ہم عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا ہے اور اس کی تاکید نہیں کی گئی''۔ (فتاویٰ ابن باز)

میت پر نوحہ کرنا:

میت پر نوحہ کرنا، چیخنا چلانا، آہ وبکا کرنا حرام ہے، اسی طرح کپڑے پھاڑنا، رخسار پیٹنا بھی ناجائز ہے، صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''لیس منا من ضرب الخدود، وشق الجیوب، ودعا بدعوی الجاھلیة ''(۳) وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخسار پیٹتا ہے، گریبان پھاڑتا ہے، اور جاہلانہ طریقہ سے چیخ وپکار کرتا ہے۔

تعزیتی مجلس منعقد کرنا:

میت کے گھر صرف تعزیت کرنے، ان کو تسلی دینے، صبر کی تلقین کرنے، اور ان کے حق میں دعا کرنے کے لیے جانا چاہیے یہ مسنون ہے، البتہ میت کے گھر کھانے پینے، یا قرآن خوانی کے لیے اکٹھا ہونا، یہ عمل بدعت ہے، لوگوں کا تعزیتی اجتماع منعقد کرنا، خاص طرح کی دعائیہ مجلس قائم کرنا، قرآن خوانی کے لیے محفل منعقد کرنا، ایسی چیزوں کا شریعت میں کوئی وجود نہیں ہے، اگر ان کا ثبوت ہوتا تو ہمارے سلف صالحین ضرور ایسا کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا کوئی کام نہیں کیا اور نہ ہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ (فتاویٰ شیخ ابن باز)

❀❀❀❀

---

(۱) مسند احمد، ترمذی (۲) ابوداود (۳) بخاری ومسلم

روزہ کے احکام

روزہ کی تعریف:

روزہ کو عربی زبان میں ''صیام'' کہتے ہیں اور ''صیام'' لغت میں مطلق رک جانے کو کہتے ہیں۔ شرعاً اس کا معنی یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروب شمس تک، کھانے پینے، اور عورتوں سے مجامعت کرنے، نیز دیگر مفطرات سے اجتناب کرنے کا نام ''روزہ'' ہے۔

روزہ کا فرض ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾[1] اے مومنو! تمہارے اوپر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا۔

(۴) رمضان کے روزے رکھنا (۵) خانہ کعبہ کا حج کرنا (بخاری و مسلم)

رمضان کا روزہ ۲ھ میں فرض ہوا، اس کے علاوہ دوسرے روزے نفلی ہیں، نفلی روزوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ نفلی روزہ جس کا دن متعین ہے اس کو دوسرے دنوں میں نہیں رکھ سکتے۔

(۲) وہ نفلی روزہ جس کا کوئی دن متعین نہیں ہے جب بھی عورت چاہے روزہ رکھ سکتی ہے، البتہ اگر شوہر موجود ہے تو اس کی اجازت ضروری ہے۔

متعین نفلی روزے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ یوم عاشورا کا روزہ: اور وہ دو روزے ہیں نو، دس محرم الحرام، یا دس، گیارہ محرم الحرام، اس کی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے اس کے رکھنے سے گذرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (مسلم)

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۸۳

۲۔عرفہ کے دن کا روزہ یعنی نویں ذی الحجہ،اس کی بھی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے دوسال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ایک گذشتہ سال کا دوسرا آئندہ سال کا۔(مسلم)

۳۔ہر مہینہ کے ایام بیض: یعنی ۱۳،۱۴،۱۵،تاریخ کا روزہ، یہ بھی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

۴۔شوال کے چھ روزے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رمضان کا روزہ رکھے اور اس کے بعد چھ دن شوال کے بھی تو گویا اس نے پورے سال کا روزہ رکھا۔(مسلم)

وہ ایام جن میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے:

۱۔عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا۔

۲۔ایام تشریق کا روزہ،عیدالاضحیٰ کے بعد: ۱۱،۱۲،۱۳، ذی الحجہ کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

۳۔ایسے مریض کا روزہ رکھنا جس کو روزہ کی وجہ سے ہلاکت کا خوف ہو۔

۴۔حائضہ اور نفاس والی عورت کا روزہ۔

روزہ کے ارکان:

۱۔فجر سے پہلے دل میں روزہ کی نیت کرنا، کیونکہ بغیر نیت کے روزہ بیکار ہے۔

۲۔کھانا، پینا اور جماع سے باز رہنا۔

۳۔دن میں روزہ رکھنا، یعنی طلوع فجر سے لے کر غروب شمس تک۔

روزہ کو باطل کرنے والی چیزیں:

(۱) جان بوجھ کر کھانا، پینا	(۲) جماع کرنا
(۴) پیٹ میں کسی چیز کا پہنچا	(۴) عمداً قے کرنا۔
(۵) روزہ کی نیت نہ کرنا	(۶) مرتد ہونا۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا روزہ:

اگر حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنے نفس پر خطرہ لاحق ہونے کا امکان ہے یا بچہ کے لیے خطرہ ہوسکتا ہے تو ایسی صورت میں روزہ چھوڑ دے گی۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان اللہ وضع عن المسافر الصوم، وشطر الصلاۃ، وعن الحبلی والمرضع

الصوم "(۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کردی ہے، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ معاف کردیا۔

علامہ ابن قدامہؒ کہتے ہیں: حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنے نفس پر خوف محسوس ہو تو افطار کرنا جائز ہے، لیکن بعد میں اس کی قضاء واجب ہے کیونکہ وہ دونوں مریض کے حکم میں ہیں۔ (المغنی) اور اسی قول کو شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمہ اللہ صاحب مرعاۃ المفاتیح نے راجح قرار دیا ہے۔

(مرعاۃ: ۳۱/ ۳۵۸)

بوڑھی عورت کا حکم:

اگر عورت بوڑھی ہے اور اسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو وہ روزہ نہیں رکھے گی بلکہ وہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی۔ اس پر قضاء بھی نہیں ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں:

"رخص للشيخ الكبير أن يفطر ويطعم عن كل يوم مسكينا ولا قضاء عليه "(۲) بوڑھا آدمی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اس پر قضا نہیں ہے۔

حیض ونفاس والی عورت کا روزہ:

حیض ونفاس والی عورت پر نماز وروزہ دونوں معاف ہے البتہ بعد میں روزہ کی قضا ضروری ہے نماز کی نہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب حالت حیض میں ہوتے تو آپ ہمیں روزہ کی قضاء کا حکم دیتے اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔

روزہ کی قضا اور کفارہ:

اگر کسی شخص نے رمضان میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کا روزہ فاسد ہوگیا اب اس پر اس روزہ کی قضاء بھی ضروری ہے اور کفارہ دینا بھی ضروری ہے۔

کفارہ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ایک گردن آزاد کرنا۔

۲۔ مسلسل دو مہینے کا روزہ رکھنا۔

۳۔ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا۔

---

(۱) رواہ اصحاب السنن واحمد عن انس (۲) دار قطنی، حاکم

یہ تینوں قسمیں ترتیب کے ساتھ شروع میں یعنی پہلے وہ گردن آزاد کرے گا، اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو دو مہینے کا مسلسل روزہ رکھے گا، اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے گا۔

اگر عورت جماع پر راضی ہے تو اس پر بھی قضاء وکفارہ ضروری ہوگا، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کس چیز نے تجھ کو ہلاک کردیا۔ اس نے کہا: کہ میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے تو آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام موجود ہے جسے تم آزاد کرسکو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا مسلسل دو مہینے کا روزہ رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر وہ بیٹھ گیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک تھیلا لایا گیا، آپ نے کہا: یہ کھجور لے لو اور اسے صدقہ کردو، اس نے کہا، مجھ سے بڑھ کر فقیر محتاج کوئی نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ ہنس پڑے اور فرمایا: لے جاؤ اور اپنے اہل وعیال کو کھلاؤ۔ (بخاری ومسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو کفارہ کا حکم نہیں دیا تھا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ عورت کو مجبور کردیا گیا ہو وہ بذات خود اس فعل پر راضی نہ ہو۔ ورنہ رضامندی کی صورت میں عورت پر بھی کفارہ لازم ہے۔

اسی طرح اگر ایک دن میں کئی جماع کرے گا تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگیا۔ لیکن اگر کئی روز یہ حرکت کرتا رہا تو اسی اعتبار سے کفارہ لازم ہوگا۔ مثلاً اگر اس نے دو روز جماع کیا تو دو کفارہ لازم ہوگا۔

غیر رمضان میں روزہ کی حالت میں جماع کا حکم:

اگر عورت رمضان کے مہینہ کے علاوہ دوسرے مہینوں میں روزہ رکھ رہی ہے اور اس کے روزہ کی حالت میں شوہر نے جماع کرلیا تو کفارہ ضروری نہیں ہے۔ کفارہ صرف رمضان کے مہینہ میں ہے۔

رمضان میں بھول کر جماع کرنے کا حکم:

اگر کسی نے بھول کر جماع کرلیا ہے تو معاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ میری امت سے خطا اور بھول چوک اور مجبوری کو اٹھالیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے۔

روزہ کی حالت میں بوسہ لینا اور جماع کے علاوہ دوسری حرکتوں کا حکم:

احادیث صحیحہ سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ روزہ کی حالت میں بوسہ لینا جائز ہے اسی طرح جماع کے

علاوہ دوسری حرکتیں بھی جائز ہیں۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مجھ کو بوسہ لینے کے لئے بڑھے تو میں نے کہا کہ میں روزہ سے ہوں، تو آپ نے فرمایا: میں بھی روزہ سے ہوں۔ پھر آپ نے مجھ کو بوسہ لیا۔(ابن حزم بسند صحیح)اس کے علاوہ مسلم میں بھی روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں عائشہؓ کو بوسہ لیتے تھے۔ یہ حدیث عام ہے اس میں جوان، بوڑھا، سب داخل ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے لیکن اس کی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عام ہے اور اس کا حکم بھی عام ہے۔

❁❁❁❁

زکوٰۃ کے احکام

زکوٰۃ:

لغت میں ''نماز'' اور ''بڑھ جانے'' ''زیادہ ہونے'' کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شرع میں زکوٰۃ اس مال کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے اس مال میں سے نکالتی ہے جو نصاب کو پہنچ گیا ہو اور سال بھر کر مدت گذر چکی ہو، پھر اسے فقراء و مساکین میں تقسیم کرتی ہے۔ زکوٰۃ ۲۰ھ میں فرض ہوئی۔

زکوٰۃ ہر اس مسلمان عورت پر فرض ہے جو کسی مال کے نصاب کی مالک ہو۔ ارشاد باری ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ (1) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کیجئے، اور ان کا تزکیہ کیجئے۔ ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (2) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکوٰۃ دینا، (۴) حج بیت کرنا، (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری)

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا حکم:

زکوٰۃ اسلام کا عظیم رکن ہے لہٰذا اگر کوئی عورت اسکی فرضیت کا انکار کر رہی ہے تو یہ کفر ہے اور گر بخل اور کنجوسی کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں دے رہی ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اس سے زبردستی وصول کی جائے گی اور وہ سزا کی مستحق ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾۔ (3) اگر وہ توبہ کریں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جدال کروں یہاں تک کہ وہ گواہی

(۱) سورۃ التوبۃ: ۱۰۳ (۲) سورۃ البقرۃ: ۴۳ (۳) سورۃ التوبۃ: ۱۱

دیں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، جب وہ لوگ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کرلیا، سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ (بخاری و مسلم)

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ، فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾۔[1]

جو لوگ سونا اور چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں، اور اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے، تو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیے، جس دن اس کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کے پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا، یہ وہی خزانہ ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا لہٰذا چکھو جس چیز کو تم جمع کرتے تھے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ ایک عورت اپنی بچی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، بچی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے، تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا:

''أیسرک أن یسورک اللہ بھا یوم القیمۃ سوارین من نار، فألقتھما، وقالت: ھما للہ ورسولہ''[2] کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے، پھر اس عورت نے ان دونوں کنگنوں کو نکال کر پھینک دیا اور کہا یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

حضرت ام سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ وہ سونے کا پازیب پہنا کرتی تھیں پھر انہوں نے دریافت کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا یہ خزانہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

''مابلغ أن تودی زکاتہ فزکی فلیس بکنز''[3] جب یہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کردی جائے تو کنز (خزانہ) نہیں ہے۔

رہی یہ روایت کہ ''لیس فی الحلی زکوٰۃ'' زیوارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ تو یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

(۱) سورۃ التوبۃ: ۳۴، ۳۵ (۲) سنن ابوداود، سنن نسائی باسناد حسن

(۳) ابوداود، مالک، دارقطنی، حاکم، بیہقی

زکوٰۃ کب واجب ہے:

اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ نصاب کو پہنچ گیا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے مثلاً:

۸۵ گرام سونا، یا ۶۲۴ گرام چاندی یا اس کے برابر روپیہ ہو اور اس پر سال بھر کی مدت گذر چکی ہو تو ایک سو روپے میں ڈھائی روپے کے حساب سے زکوٰۃ نکالے گی، اگر مال نصاب کو نہیں پہنچا ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

کیا عورت شوہر کے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہے:

عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بعد اس کے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہے اگر شوہر نے اجازت نہیں دی ہے تو صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے:

''لا تنفق المرأة شيئا من بيت زوجها الا باذن زوجها. قيل: يارسول الله، ولا الطعام؟ قال ذلك أفضل أموالنا''[1] عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کچھ بھی نہیں خرچ کر سکتی ہے آپ سے عرض کیا گیا: کھانا بھی نہیں، تو آپ نے جواباً فرمایا: یہ تو سب سے بہترین مال ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ سول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اذا انفقت المرأة من طعام بيتها غير مفسدة كان لها أجرها بما أنفقت، ولزوجها أجره بما كسب، وللخازن مثل ذلك، لاينقص بعضهم أجر بعض شيئا''[2] عورت جب اپنے گھر کے کھانے میں سے کچھ بھی خرچ کرتی ہے تو اس عورت کو خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور اس کے شوہر کو کمانے کا ثواب ملتا ہے، اور خازن کو بھی اس طرح ثواب ملتا ہے کسی کے اجر میں کچھ بھی کمی نہیں ہوتی ہے۔

بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے:

اگر بیوی مالدار ہے اور شوہر غریب ہے تو بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے، کیونکہ ایسی صورت میں شوہر مستحقین زکوٰۃ کی ضمن میں آجائے گا، اس سلسلے میں صحیح احادیث موجود ہیں جو اس بات پر صریح دلالت کرتی ہیں کہ بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینبؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عورتو کی جماعت! تم صدقات وخیرات کرتی رہو۔ اگر چہ

(۱) ترمذی بسند حسن (۲) بخاری ومسلم

اپنے زیورات ہی کا کیوں نہ ہو، وہ کہتی ہیں کہ میں واپس لوٹ کر عبداللہ کے پاس گئی، اور کہا کہ تو مسکین آدمی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے پھر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی وہاں دیکھا کہ ایک انصاری عورت آپ کے دروازے پر کھڑی ہے اس کا مقصد بھی وہی ہے جو میرا تھا، اتنے میں حضرت بلالؓ ان سے ہم دونوں نے کہا کہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ باہر دو عورتیں کھڑی آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا وہ اپنا صدقہ اپنے شوہروں کو دے سکتی ہیں یا جن یتیم بچوں کو گود لئے ہوئے ہیں ان کو بھی صدقہ دے سکتی ہیں، آپ نے فرمایا: ''لها أجران: أجر القرابة، وأجر الصدقة ''(1) ان دونوں کے لیے دو اجر ہیں ایک تو قرابتداری کا۔ دوسرا صدقے کا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے غریب شوہر کو صدقہ دے سکتی ہے۔

اس کے برعکس شوہر اپنی بیوی کو صدقہ نہیں دے سکتا ہے کیونکہ بیوی کا نان ونفقہ اس کے ذمہ فرض ہے لہٰذا بیوی کا پورا خرچ شوہر پورا کرے گا۔ اس لیے شوہر کا بیوی کو صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔

عورت کے مہر کی زکوٰۃ:

اگر عورت کی مہر کی رقم اتنی ہے کہ نصاب کو پہنچ گئی ہے تو اس پر سال بھر کی مدت گذر جانے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

کیا عورت صدقہ فطر ادا کر سکتی ہے:

صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بچی، جوان ہو یا بوڑھا، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے:

''فرض رسول الله ﷺ زكاة الفطر من رمضان صاعا من تمر أو صاعا من شعير على العبد والحر، والذكر والانثى، والصغير والكبير من المسلمين ''(2) رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو غلام اور آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے سب مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔

عورت کے زیورات میں زکوٰۃ:

عورت کا زیور اگر سونے چاندی کا ہے اور نصاب کو پہنچ گیا ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(1) بخاری ومسلم (2) بخاری ومسلم

''ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي زكاتها الا اذا كان يوم القيمة صفحت له صفائح من نار فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره ''[1] سونے اور چاندی کا کوئی بھی مالک ہو جو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو وہ بروز قیامت اس حال میں ہوگا کہ اس کے لیے آگ کی چوڑی پتریاں بچھائی جائیں گی۔ پھر اس سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغ دیا جائے گا۔

یہ حدیث عام ہے استعمال شدہ زیورات کو بھی شامل ہے اور غیر استعمال شدہ کو بھی۔ اس کے علاوہ دوسری احادیث ''زکوٰۃ دینے والوں کا حکم'' میں گذر چکی ہے۔ اسے دیکھا جا سکتا ہے۔

ماں کو زکوٰۃ دینا:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ مسلمان اپنے والدین یا اولاد کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو اپنے ضرورت مند والدین اور بچوں پر اپنے ذاتی مال سے خرچ کرے۔

زکوٰۃ کے مصارف:

زکوٰۃ آٹھ قسم کے لوگوں کو دی جائے گی: ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا، وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ، وَفِي الرِّقَابِ، وَالْغَارِمِيْنَ، وَفِي سَبِيْلِ اللهِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ، وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾.[2]

''بیشک صدقات، فقراء، مساکین، اس پر کام کرنے والے، جن کی دلجوئی مقصود ہے، قیدی آزاد کرانے میں، مقروض لوگوں کے لیے، اللہ کے راستہ میں، اور مسافروں کے لیے، اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ان آٹھ قسموں کو واضح انداز میں بیان کر دیا ہے جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں:

(۱) فقراء (۲) مساکین (۳) زکوٰۃ وصول کرنے والا (۴) جن کے دلوں کی تالیف مقصود ہو (۵) غلام آزاد کرانے میں (۶) مقروض (۷) فی سبیل اللہ (۸) مسافر

❀❀❀❀

(۱) صحیح مسلم (۲) سورۃ التوبۃ: ۶۰

حج کے احکام

حج کے لغوی معنی:

قصد کرنا، ارادہ کرنا ہے۔

حج کے شرعی معنی:

مخصوص مہینہ میں خاص افعال وارکان کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

حج کب فرض ہوا:

حج ۹ ھ میں فرض ہوا، اس سال آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر الحجاج بنا کر بھیجا تھا اور ان کے بعد حضرت علیؓ کو روانہ کیا تھا کہ وہ سورۂ برأت کا اعلان کر دیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علیؓ نے سورۂ برأت کی ابتدائی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک مکہ نہیں آنے پائے گا اور نہ ہی کوئی شخص ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کر سکے گا۔ (صحیح بخاری)

حج کا مشروع ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً﴾ [1] اور لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج فرض ہے جو اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔
(۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوۃ دینا (۴) بیت اللہ کا حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری ومسلم)

حج زندگی میں ایک بار فرض ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''الحج مرة فمن زاد فهو تطوع'' [2] حج ایک بار ہے، جو اس سے زیادہ کرے گا وہ نفل ہے۔''

حج وعمرہ واجب ہونے کی شرطیں:

مسلمان خواہ عورت یا مرد ہو ہر ایک پر حج وعمرہ فرض ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

---

(۱) سورۃ آل عمران
(۲) احمد، ابوداود، حاکم

(۱) مسلمان ہونا، (۲) عقل والا ہونا، (۳) پاگل یا مجنون نہ ہو، (۴) بالغ ہونا، (۴) استطاعت رکھنا، اگر چھوٹا بچہ یا بچی حج کرتی ہے تو اس کا حج صحیح ہوگا لیکن اس سے فرض ساقط نہیں ہوگا۔

عورتوں کے لیے خاص چند شروط:

مذکورہ بالا شرطوں کے علاوہ کچھ شرطیں ایسی ہیں جو صرف عورت کے ساتھ خاص ہیں، حج وعمرہ کرنے والی عورت کے لیے ان کی رعایت ضروری ہے، وہ شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عورت عدت نہ گذار رہی ہو چاہے وہ عدت طلاق کی ہو یا شوہر کے وفات کی، اس لیے کہ اس حالت میں عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ [1] تم ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں کہ وہ کوئی کھلم کھلا فحش کام کر ڈالیں۔

(۲) عورت کے ساتھ میں کوئی محرم ہو حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لا یخلو رجل بامرأة الا ومعها ذو محرم ولا تسافر المرأة الا ومعها ذو محرم ''[2] کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ہو مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور نہ عورت بغیر محرم کے سفر کرے، یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ میری عورت حج کرنے جا رہی ہے اور میں غزوہ میں جانے کے لیے تیار ہوں، آپ نے فرمایا: ''فانطلق فحج إمرأتک'' جاؤ پہلے اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

دوسری صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا یحل لامرأة تومن باللہ والیوم الآخر أن تسافر مسیرة یوم ولیلة لیس معها حرمة'' [3] کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے حلال نہیں ہے کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرے'' اس کے علاوہ دوسری بہت سی روایتیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت کو بغیر محرم کے سفر نہیں کرنا چاہیے۔

عورت کے لیے بغیر محرم کا حج:

کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ عورت حج کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کے پاس اس کا شوہر نہیں ہے اور نہ ہی

(۱) سورۃ الطلاق:۱ (۲) بخاری ومسلم (۳) صحیح بخاری

کوئی دوسرا محرم ہے تو ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟ تو فقہا اس صورت میں یہ کہتے کہ اگر سفر کا راستہ مامون ومحفوظ ہے کہ کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ نہیں ہے اور قابل اطمینان لوگ ساتھ میں ہیں، تو وہ حج کر سکتی ہے۔ شیخ ابن بازؒ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت کا حج درست ہوگا لیکن محرم کے بغیر حج کرنے کی وجہ سے گناہگار ٹھہرے گی اس بارے میں اللہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

امام بخاریؒ نے عدی بن حاتمؓ سے روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنے فاقہ کی شکایت کرنے لگا اس کے بعد دوسرا آدمی آیا وہ سفر کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: اے عدی! کیا تم نے مقام ''حیرہ''(۱) دیکھا ہے، عدی نے کہا: میں نے دیکھا نہیں لیکن اس کے بارے میں علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمہاری عمر لمبی رہی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت تنہا مقام حیرہ سے خانہ کعبہ کا طواف کرنے آئے گی وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی، عدیؓ کہتے ہیں: بعد میں عورت کو میں نے دیکھا کہ وہ تنہا حیرہ سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی ہے''۔(۲)

کیا حج کے لیے شوہر کی اجازت ضروری ہے:

اگر عورت کے پاس استطاعت ہے اور وہ حج کرنا چاہتی ہے تو اپنے شوہر سے اجازت لے گی اور ایسی صورت میں شوہر کو بھی اجازت دینا ضروری ہے کیونکہ فرض عبادت کی ادائیگی کے لیے مرد کے لیے عورت کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے شوہر کی اطاعت نیک کاموں میں ہے برے کاموں میں نہیں...... لیکن اگر راستہ مامون نہیں ہے اور دوران سفر عورت کو پریشانی لاحق ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں شوہر منع کر سکتا ہے۔ البتہ اگر عورت نفلی حج کرنا چاہتی ہے اور شوہر راضی نہیں ہے تو ایسی صورت میں شوہر کی اطاعت کرنا اس کا فرض ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

احرام سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے:

احرام سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے، حائضہ اور نفاس والی عورت بھی غسل کر سکتی ہے، امام مسلم نے روایت نقل کی ہے کہ اسماء بنت عمیس نے مقام ذوالحلیفہ میں محمد بن ابوبکر کو جنم دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج کر پوچھا، کہ اب میں کیا کروں؟ تو آپ نے ان سے فرمایا: تم غسل کر کے خون کی جگہ پٹی

---

(۱) ''حیرہ'' عراق میں کوفہ کے قریب ایک شہر ہے۔ (۲) الدلیل الفقهی للمرأة المسلم

باندھ لو اور احرام پہن لو۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نفاس اور حیض والی عورتیں غسل کر کے احرام پہن لیں گی، اور بیت اللہ کے طواف کے سوا باقی تمام ارکان ادا کریں گی، جب وہ پاک وصاف ہو جائیں تو بیت اللہ کا طواف بھی کریں۔ (ترمذی، ابوداؤد)

احرام سے پہلے خوشبو استعمال کرنا، ناخن کاٹنا، بال سنوارنا، بغل کے بال صاف کرنا جائز ہے۔

عورت کا احرام کیسا ہو:

عورت جس لباس میں چاہے احرام باندھ سکتی ہے اس کے لیے احرام کے دوران کسی خاص لباس کی پابندی نہیں ہے۔ البتہ افضل یہ ہے کہ خوبصورت اور جاذب نظر لباس میں احرام نہ باندھے، چونکہ حج کے دوران مردوں کے ساتھ عورتوں کا اختلاط رہتا ہے لہٰذا اسے ایسے سادہ کپڑوں میں ہونا چاہئے جو فتنہ کا سبب نہ بن سکیں۔ (فتویٰ شیخ ابن باز)

ہاں وہ ہاتھ میں دستانہ نہیں پہنے گی اور نہ ہی اپنے چہرے کو ڈھکے گی، جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"لاتنتقب المرأة المحرمة، ولا تلبس القفازين "(1) محرم عورت نہ ہی نقاب پہنے گی اور نہ ہی دستانہ۔ البتہ اگر غیر محرم سامنے آجائے تو چہرہ پر کوئی کپڑا لٹکا لینا یا کسی اور چیز سے منہ چھپانا جائز ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور لوگوں کے قافلے ہمارے پاس سے گذرتے تھے، جب وہ لوگ ہمارے سامنے آجاتے تو ہم اپنی چادریں چہروں پر لٹکا لیتیں، جب وہ گزر جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

احرام پہننے کے بعد خوشبو لگانا، خوشبودار تیل سر میں لگانا، ناخن کاٹنا، بال صاف کرنا، سرمہ لگانا، یہ سب منع ہے۔

ممنوعات احرام:

احرام کی حالت میں حاجیوں کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت مندرجہ ذیل باتیں منع ہیں:

۱۔ جماع کرنا ۲۔ عام گناہ کا کام کرنا، یا فحش باتیں کرنا، نافرمانی کرنا ۳۔ لڑائی جھگڑا کرنا ۴۔ خشکی کا شکار کرنا،

(۱) صحیح بخاری، احمد، نسائی، ترمذی

۵۔ سر منڈانا، بال کتروانا، ناخن کاٹنا، ۶۔ نکاح کرنا، ۷۔ نکاح کرانا، ۸۔ نکاح کا پیغام دینا ۹۔ خوشبو لگانا، ۱۰۔ ورس (کمیلہ) یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا، ۱۱۔ شکاری کی کسی طرح کی مدد کرنا، یا شکار بتانا ۔ ۱۲۔ جو شکار محرم نے کیا ہو یا اس میں کسی قسم کی مدد دی ہو یا اس کے لیے کیا گیا ہو اس کا کھانا، ۱۳۔ جو پرندے شکار کیے جاتے ہیں ان کے انڈے کھانا، ۱۴۔ عورت کا چہرہ پر نقاب ڈالنا ۱۵۔ دستانہ پہننا۔

فدیہ:

نبی کریم ﷺ نے محرم عورت کو جن باتوں سے منع کیا ہے اگر ان میں سے کوئی کر ڈالے مثلاً خوشبو استعمال کر لیا یا بال کاٹ لیا، یا ناخن کاٹ لیا وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾[1] پس تم میں سے جو مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو، (اگر وہ سر منڈا لے) تو اس کے بدلے روزے رکھے، یا صدقہ کرے یا قربانی کرے۔

حضرت کعب بن عجرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال میں احرام میں تھا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گذرے اور فرمایا تمہارے سر کی جوؤں نے تم کو بہت اذیت دے رکھی ہے، اس پر میں نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: بال منڈا دو، پھر ایک بکری ذبح کرو، یا تین دن روزہ رکھو، یا تین صاع کھانا چھ مسکینوں کو کھلاؤ۔

حالت احرام میں جو چیزیں مباح ہیں:

۱۔ غسل کرنا ۲۔ سر کھجلانا، ۳۔ بوقت ضرورت سینگی لگوانا خواہ اس کے لیے پیچھے کے بال مونڈنے کیوں نہ پڑیں۔ ۴۔ پھول سونگھنا اور ٹوٹے ہوئے ناخن الگ کر دینا، ۵۔ چھتری یا خیمہ سے سایہ کرنا ۶۔ کمر بند استعمال کرنا ۷۔ موذی جانور کا مارنا

حج کے اقسام:

حج کی تین قسمیں: افراد، قران، تمتع

(۱) افراد: صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے اور پورے مناسک حج ادا کرکے دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں احرام کھول دیا جائے اس میں عمرہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی قربانی ہے، البتہ دل میں صرف حج کی نیت

(۱) سورۃ البقرۃ: ۱۹۶

کرے گی۔اوراحرام باندھتے وقت اس طرح کہے گی:لبیک حجة

(۲) قران: وہ حج ہے جس میں حج اور عمرہ کا ایک ہی ساتھ احرام باندھا جائے اوراحرام کے وقت،''لبیک حجة وعمرة ''پکارا جائے،اس میں عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا جائے گا جب تک دسویں ذی الحجہ کو قربانی اورطواف وزیارت سے فارغ نہ ہولیا جائے۔

(نوٹ) حج قران اورافراد میں ایک ہی سعی کافی ہے دوبارہ سعی کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) تمتع: وہ حج ہے جس میں میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہےاور مکہ آنے کے بعد طواف بیت اللہ اور صفا ومروہ کے درمیان سعی سے فراغت کے بعد حلق یا تقصیر کروا کر احرام کھول دیا جاتا ہے،اب عمرہ پورا ہوگیا،اوراحرام کی ساری پابندیاں ختم ہوگئیں،اب آٹھویں ذی الحجہ تک تمام مباح چیزوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے پھر آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لیے احرام باندھا جائے گا اور حج کے تمام ارکان ادا کرنے کے بعد احرام کھولا جائے گا۔

حج تمتع افضل ہے:

ان تینوں قسموں میں حج تمتع افضل ہے کیونکہ اگر چہ رسول اللہ ﷺ نے حج قران کیا تھا لیکن آپ نے تمتع کی خواہش ظاہر کی تھی جیسا کہ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یاأیها الناس أحلوا، فلولا الهدی معی فعلت كما فعلتم ''[۱] اے لوگو! تم حلال ہوجاؤ،اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی تمہاری ہی طرح کرتا۔حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حلال ہو گئے اورعورتوں سے جماع بھی کیا، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو ہم نے حج کا احرام پہنا۔

نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا''لو انی إستقبلت من أمری ما استدبرت، لم اسق الهدیٰ، وجعلتها عمرة ''[۲] اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اوراس کو عمرہ بنالیتا۔

نیز آپ نے صحابہ کرامؓ کو بھی تمتع کا حکم دیا تھا۔اور ظاہری بات ہے کہ آپ خواہ اپنے لیے ہو یا صحابہ کرام کے لیے افضل چیز ہی کا انتخاب کریں گے۔

حج تمتع کا طریقہ:

چونکہ حج تمتع میں سب سے پہلے عمرہ کرنا ضروری ہے اس لیے عمرہ کے طریقہ کو بیان کیا جاتا ہے لیکن

---

(۱) بخاری ومسلم (۲) صحیح مسلم

احرام کی نیت میقات سے ضروری ہے لہٰذا پہلے میقات کو بیان کرنا ضروری ہے۔

میقات کا بیان:

میقات سے مراد میقات مکانی ہے یعنی وہ جگہ جہاں سے حج اور عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے حج اور عمرہ کی نیت سے آنے والے لوگ میقات مقررہ سے احرام باندھے بغیر حرم میں داخل نہیں ہوں گے، نبی کریم ﷺ نے تمام حاجیوں کے لیے مندرجہ ذیل میقات مقرر فرمائے ہیں:

۱۔ ذوالحلیفہ: یہ مدینہ منورہ سے پانچ میل دور اور مکہ مکرمہ سے چار سو پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے آج یہ جگہ ''اَبیار علی'' کے نام سے مشہور ہے، اسے وادی عتیق بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینہ سے یا اس راستے سے آنے والے تمام حجاج کرام کا میقات ہے۔

۲۔ جحفہ: یہ مکہ مکرمہ سے شمال مغرب میں ایک سو ستاسی کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے یہ شام و مصر اور مغرب اور اس طرف سے آنے والے حجاج کرام کا میقات ہے چونکہ اب جحفہ ایک ویران جگہ بن گئی ہے اس لیے عموماً رابغ سے احرام باندھ لیتے ہیں، رابغ مکہ سے دو سو چار کلومیٹر پر واقع ہے۔

قرن المنازل: یہ مکہ مکرمہ سے مشرقی جانب ایک پہاڑی حصہ ہے جو عرفات سے نظر آتا ہے مکہ سے چورانوے کلومیٹر پر واقع ہے، آج یہ ''سیل'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اہل نجد کا میقات ہے۔

۴۔ یلملم: یہ ایک گول پہاڑ ہے جو سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے اور مکہ مکرمہ چون کلومیٹر کے فاصہ پر واقع ہے۔ یہ اہل یمن اور جنوب سے آنے والے حجاج کا میقات ہے۔

۵۔ ذات عرق: یہ مکہ سے شمال مشرق میں چورانوے (۹۴) کلومیٹر فاصلہ پر واقع ہے۔ ایران، عراق اور شمال مشرق سے جو حجاج بغداد اور حائل کے راستے سے مکہ آتے ہیں ان سب کا احرام یہی ہے حج یا عمرہ کرنے والوں کے لیے ان میقات سے تجاوز کرنا بغیر احرام کے جائز نہیں ہے۔

عمرہ کا طریقہ:

عمرہ مخصوص شکل میں خانہ کعبہ کی زیارت کا نام ''عمرہ'' ہے اس میں حج ہی کی طرح احرام باندھا جاتا ہے۔ احرام کی تمام پابندیاں عمرہ کرنے والی عورت پر بھی عائد ہوں گی جس طرح حج کرنے والی عورت پر عائد ہوتی ہیں، عمرہ کرنے والی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ آئے گی اور پہلے بیت اللہ کا طواف کرے گی، طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرے گی، پھر صفا و مروہ کی سعی کرے گی اس

کے بعد چوٹی سے تھوڑا سا بال کٹوا کر حلال ہو جائے گی، بس اسی کا نام ''عمرہ'' ہے۔

احرام کی نماز:

بہت سی عورتیں بلکہ مرد بھی اس میں شامل ہیں کہ احرام پہننے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ضروری سمجھتی ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد احرام باندھا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ظہر کی نماز کے بعد احرام باندھا تھا، خاص احرام کے لیے دو رکعت نفل نماز پڑھنی صراحتاً ثابت نہیں ہے۔

عمرہ کی نیت:

احرام پہننے کے بعد عورت دل میں عمرہ کی نیت کرے گی اس طرح کہے گی ''**لبیک عمرۃ**'' اے اللہ میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں، اب وہ محرم ہوگئی، اب اس کے اوپر ممنوعات احرام ضروری ہوگئی ہے اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

(صرف حج وعمرہ کے لیے نیت کے الفاظ مشروع ہیں ورنہ اس کے علاوہ دیگر عبادات میں جیسے نماز، روزہ وغیرہ میں زبان سے نیت کرنا ثابت نہیں ہے)

بکثرت تلبیہ پڑھنا:

محرم عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ بکثرت تلبیہ پڑھے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ میرے پاس حضرت جبریل تشریف لائے اور فرمایا: ''**کن عجاجا ثجاجا**''(۱) **العج**، تلبیہ پڑھنے کو کہتے ہیں اور ''**الثج**'' قربانی کرنے کو ''یعنی خوب زیادہ تلبیہ پڑھو اور قربانی کرو''۔

البتہ عورت کو آہستہ آہستہ تلبیہ پڑھنا چاہیے تاکہ خود سن سکے دوسرے لوگ نہ سن سکیں۔

تلبیہ کے الفاظ:

''**لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک**''(۲) حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں بیشک تمام تعریفیں اور ساری نعمتیں تیرے لیے ہیں اور ملک تیرا ہے اور (اس میں) تیرا کوئی شریک نہیں۔

جب مکہ میں داخل ہو تو غسل کرنا مستحب ہے کیونکہ بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل

---

(۱) مسند احمد　　(۲) بخاری ومسلم

کیا تھا، اور جب مسجد حرام پہنچے تو بہتر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنا داہنا پاؤں آگے بڑھائے اور یہ دعا پڑھے: ''اللھم افتح لی ابواب رحمتک''(۱) اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے''...... اور جب خانہ کعبہ پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے ''اللھم زد ھذا البیت تشریفا وتکریما وتعظیما ومھابۃ''(۲) اے اللہ تو اس گھر کی شرافت تعظیم وتکریم اور دبدبہ میں اضافہ فرما''۔

جب خانہ کعبہ کے پاس پہنچے تو تلبیہ کہنا بند کر دے اور حجر اسود کے پاس آئے اگر حجر اسود کا بوسہ دینا ممکن ہو تو بوسہ دے ورنہ ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر ہاتھ سے اشارہ کرے اور طواف شروع کر دے، عورتوں کے لیے رمل یعنی آہستہ آہستہ دوڑنا اور اضطباع ثابت نہیں ہے۔ سات طواف کرے، طواف کے لیے کوئی مخصوص دعا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اس لیے اپنی دنیا وآخرت کی بھلائی کے لیے جو بھی دعا کرنی چاہے کر سکتی ہے قرآن کی تلاوت بھی جائز ہے، البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار'' پڑھے گی۔

طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس آئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ یٰاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ﴾ اور دوسری میں رکعت میں ﴿قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد﴾ کا پڑھنا مسنون ہے، دو رکعت پڑھنے کے بعد دنیا وآخرت کی بھلائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے خوب گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرے...... اس کے بعد باب الصفا سے صفا پہاڑی کی طرف چلی آئے جب اس کے قریب پہنچے تو پڑھے ''أبدأ بما بدأ اللہ بہ، ان الصفا المروۃ من شعائر اللہ'' میں اس سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ نے شروع کیا ہے، بیشک صفا ومروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ جب صفا پہاڑ پر چڑھے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے اور ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر کے تین دفعہ ''اللہ اکبر'' کہے۔ پھر یہ دعا پڑھے ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر، لا الہ الا اللہ وحدہ أنجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الأحزاب وحدہ''۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور اسی ذات واحد کے لیے تمام تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور اپنے بندے کی مدد فرمائی، اور تنہا تمام جماعتوں کی شکست دی''۔ اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر جس قدر دعا کر سکتی ہو دعا کرے یہ ذکر اور دعائیں تین مرتبہ پڑھے پھر نیچے اتر کر مروہ کی

(۱) مسلم، ترمذی (۲) البیھقی

طرف چلے، البتہ کے لیے دونوں ہرے نشانوں کے درمیان دوڑنا صحیح نہیں ہے اس کے لیے پوری سعی میں صرف چلنا ہی ہے، دوڑنا صرف مردوں کے لیے ہے، پھر چلتے چلتے مروہ پہاڑی پر چڑھے اور قبلہ رو ہو کر اسی طرح وہی دعا پڑھے جو صفا پر پڑھی تھی، پھر نیچے اتر کر صفا پہاڑی کی طرف چلنا شروع کرے۔ ایسا ہی سات چکر کرے (صفا سے مروہ تک ایک چکر ہوتا ہے مروہ سے صفا تک دو چکر) اسی طرح سات چکر شمار کرے۔

ملاحظہ: طواف کے بعد اگر عورت کو حیض آنے لگے یا نفاس کا خون آنے لگے اور وہ سعی کرنا چاہے تو کر سکتی ہے کیونکہ سعی میں طہارت شرط نہیں ہے۔

جب سعی پوری ہو جائے تو سر کی چوٹی سے انگلی کے برابر بال کاٹے لے، بال کاٹنے کے بعد وہ حلال ہو گئی ہے اور عمرہ پورا ہو گیا۔ اب اس کے لیے ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو احرام کی وجہ سے حرام ہو گئی تھی۔

حج کا طریقہ:

حج تمتع کرنے والی عورت عمرہ کر کے حلال ہو گئی تھی۔ لہٰذا اب وہ یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو صبح سویرے اپنی قیام گاہ پر ہی غسل کر کے حج کا احرام باندھے گی اور دل میں حج کی نیت کر کے "لبیک حجة" پکارے گی۔ پھر آہستہ آہستہ تلبیہ پکارتے ہوئے سیدھی منیٰ چلی جائے گی اور وہیں رات بھر قیام کرے گی۔ یہاں پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر خیمے میں یا مسجد میں پڑھے گی البتہ ظہر اور عصر اور عشاء کی نمازیں قصر کے ساتھ پڑھے گی یعنی دو دو رکعت، سنت وغیرہ نہیں ہے، صرف مغرب، اور فجر پوری پڑھے گی مغرب کی سنت نہیں پڑھنی، لیکن فجر کی سنت پڑھنی ہے۔

نویں ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن سورج نکل آنے کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف کوچ کرے راستہ میں تلبیہ پکارتی رہے عرفہ پہنچنے کے بعد مقام نمرہ میں ٹھہرے اور وہیں حج کے امام سے خطبہ سنے اور اسی امام کی اقتداء میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز جمع (اکٹھا) کر کے قصر کے ساتھ پڑھے گی۔

ملاحظہ: بہت سی عورتیں اور مرد بھی ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے نہیں پڑھتے ہیں بلکہ ظہر کو ظہر کے وقت اور عصر کو عصر کے وقت بغیر قصر کے پوری پڑھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے یہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف ہے، لہٰذا اس غلط عمل سے پرہیز کرنا چاہیے اس سے حج پر غلط اثر پڑتا ہے۔

نماز کے بعد میدان عرفات میں داخل ہو اور جبل رحمت کے دامن میں اگر جگہ ملے تو بہتر ہے ورنہ پورے عرفات میں جہاں بھی جگہ ملے قبلہ ہو کر غروب آفتاب تک دعا اور ذکر اور استغفار میں مصروف رہے،

درمیان میں تلبیہ بھی کہتی رہے قرآن کی تلاوت کرے اور جتنی آہ وزاری سے دعا کرے بہتر ہے۔

غروب آفتاب کے بعد بغیر مغرب کی نماز ادا کیے ہوئے عرفات سے مزدلفہ کی طرف کوچ کرے...... مزدلفہ پہنچ کر سب سے پہلے مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کر کے قصر کے ساتھ پڑھے، یعنی مغرب کی تین رکعت اور عشاء کی صرف دو رکعت سنت وغیرہ نہیں ہے صرف وتر پڑھے مزدلفہ میں پوری رات صرف سونا ہے نوافل وغیرہ کچھ نہیں پڑھنا ہے۔

فجر کی نماز مزدلفہ میں جماعت کے ساتھ پڑھے۔ نماز کے بعد مشعر الحرام کے پاس یا جہاں موقع ملے قبلہ رو کھڑی ہو کر اجالا ہونے تک خوب دعاء استغفار اور حمد وثناء میں مصروف رہے...... سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے چل پڑے، ویسے عورتیں رات میں بھی اگر منیٰ جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں، ان کے ساتھ نگران بھی جا سکتا ہے البتہ وادی محسر سے جب گذر ہو تو تیزی کے ساتھ وہاں سے نکلے۔

دسویں ذی الحجہ:

دسویں ذی الحجہ کو جب سورج خوب روشن ہو جائے تو منیٰ کی طرف جانا شروع کر دے اور چلتے ہوئے تلبیہ آہستہ آہستہ پکارتی رہے منیٰ پہنچ کر جب جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو اب تکبیر کہنا بند کر دے اور جمرہ کو پے در پے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری کے وقت اللہ اکبر کہے، اس بات کا خیال رہے کہ کنکری مارتے وقت کعبہ کو اپنے بائیں جانب اور منیٰ کو داہنی جانب کرے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر دوسری جانب سے کنکری ماردی تو بھی کافی ہے۔ کنکری چنے کے برابر ہونی چاہیے۔

قربانی:

جمرۂ عقبہ کو کنکری مارنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے، ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے: "**بسم اللہ اللہ اکبر اللھم ھذا منک ولک** "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ یہ تیری توفیق سے ہے اور تیرے ہی لیے ہے۔

قربانی کے ایام:

قربانی دسویں ذی الحجہ اور ایام تشریق کے تینوں دن یعنی ۱۱،۱۲،۱۳، ذی الحجہ کی شام تک اس طرح قربانی کے ایام چار دن ہوئے۔

قربانی سے فارغ ہو کر اپنی انگلی کے پور کے برابر چوٹی سے بال کاٹے اس کے بعد اب وہ حلال ہو گئی

ہے شوہر کے علاوہ ہر چیز کو استعمال کر سکتی ہے، اس کو "تحلل اول" کہا جاتا ہے۔

طواف افاضہ:

سر کا بال کاٹنے کے بعد مکہ جا کر طواف افاضہ کرے اس کا دوسرا نام طواف زیارت بھی ہے۔ یہ حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوگا......طواف افاضہ دسویں ذی الحجہ ہی کو مسنون ہے لیکن کسی معقول عذر کی بناء پر دسویں کو ممکن نہ ہو سکے تو ایام تشریق میں سے کسی دن بھی کیا جا سکتا ہے، بعضوں کے نزدیک اس سے بھی زیادہ تاخیر کیا جا سکتا ہے۔

اگر حج تمتع ہے تو طواف افاضہ کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے اور اگر حج قران ہے یا افراد تو اس صورت میں ایک سعی کافی ہے طواف زیارت کے بعد وہ مکمل طرح حلال ہوگئی ہے اب شوہر بھی اس کے لیے حلال ہو گیا ہے۔

ایام تشریق کے اعمال:

گیارہ، بارہ، اور تیرہ ذی الحجہ کو ایام تشریق کہتے ہیں، ایام تشریق اس لیے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سکھایا جاتا ہے تا کہ خراب نہ ہو سکے، ان دنوں کے اعمال مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) منیٰ میں رات کا قیام

(۲) تیرہ ذی الحجہ کی شام تک یعنی سورج غروب ہونے تک منیٰ میں رات گذارنا ضروری ہے اور ان دنوں میں کثرت سے تکبیر و تسبیح اور ذکر الٰہی کرتے رہنا چاہیے۔

ایام تشریق کے پہلے دن یعنی گیارہ ذی الحجہ کو زوال کے بعد جمرۂ صغریٰ کو سات کنکریاں سات بار مارے اور کچھ ہٹ کر قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا مانگے۔

پھر جمرۂ وسطیٰ کو سات کنکریاں الگ الگ مارے اور ٹھہر کر دعا مانگے۔

پھر جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں الگ الگ مارے مگر یہاں دعا نہ مانگے۔

ایام تشریق کے دوسرے دن یعنی بارہ ذی الحجہ کو بھی سورج ڈھل جانے کے بعد مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ تمام جمرات کو سات سات کنکریاں مارے۔

اگر منیٰ سے بارہ ذی الحجہ کو نکلنا چاہے تو کنکری مارنے کے بعد غروب آفتاب سے پہلے ہی منیٰ سے نکل جائے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد نکلنا صحیح نہیں ہے۔ اور اگر ٹھہرنا چاہے تو ٹھہر جائے پھر تیرہ ذی الحجہ کو

بھی زوال کے بعد تینوں جمرات کو سات سات کنکریاں مارے۔
اب الحمدللہ حج کے تمام اعمال مکمل ہو گئے، صرف طواف وداع باقی رہ گیا ہے اب مکہ مکرمہ واپس آ جائے۔

طواف وداع:

جب تک مکہ میں ٹھہرے حرم میں نماز پڑھنے کی کوشش کرے اور جب مکہ سے سفر کا ارادہ ہو اور حیض ونفاس سے پاک وصاف ہو تو بیت اللہ کا آخری طواف کرے اس کا نام طواف وداع ہے اس کے بعد روانہ ہو جائے اگر عورت مکہ کی باشندہ ہے یا وہاں مقیم ہے تو اس پر طواف وداع نہیں ہے۔

حائضہ اور نفاس والی عورت کا حج:

جب احرام کے وقت عورت کو حیض آ گیا تو ایسی صورت میں وہ احرام کے لیے غسل کرے گی اور احرام پہن لے گی اور حج کے سارے ارکان ادا کرے گی صرف خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گی۔
اور اگر احرام پہننے کے بعد حیض کا خون آیا ہے تو اس پر اب کوئی غسل وغیرہ نہیں ہے بلکہ وہ پٹی باندھ لے گی تاکہ خون بہہ نہ سکے اس کے بعد طواف کے علاوہ سارے ارکان ادا کرے گی، جب پاک ہو جائے تو غسل کر کے طواف بھی کرے گی۔
اگر اسے اس وقت حیض آیا کہ اعمال حج میں سے صرف طواف وداع ہی باقی رہ گیا تھا تو وہ واپسی کا سفر کر سکتی ہے اور طواف وداع نہ کر سکنے کی وجہ سے اس پر کوئی کفارہ وغیرہ نہیں ہے اور اس کا حج صحیح ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

''النفساء والحائض اذا أتينا على الميقات تغتسلان وتحرمان وتقضيان المناسک کلها غير الطواف بالبيت''(۱)

''نفاس اور حائضہ عورتیں جب میقات پر آئیں تو غسل کر کے احرام باندھ لیں اور طواف کعبہ کے علاوہ دیگر تمام مناسک حج ادا کریں۔''

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ عمرہ کی ادائیگی سے پہلے حائضہ ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حج کا احرام باندھ لیں اور جب تک پاک نہ ہو جائیں طواف کعبہ نہ کریں۔ باقی تمام مناسک

---

(۱) ابوداود، ترمذی

حج بجالائیں جو دیگر حاجی کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ حج کو عمرہ میں داخل کرلیں۔ یعنی قارن ہو جائیں۔

حضرت عائشہؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپؐ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہؓ حائضہ ہو گئیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو اس پر آپؐ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں روک رکھے گی، تو دوسری بیبیوں نے کہا کہ اس نے طواف افاضہ کرلیا ہے تو آپ نے فرمایا تب کوئی حرج نہیں ہے۔ ایک روایت میں ہے، تو پھر وہ روانہ ہو جائے۔ (بخاری)

❀❀❀❀

نکاح کے احکام

نکاح کی تعریف:

نکاح ایک ایسا عقد و معاہدہ ہے جس کی وجہ سے مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جاتے ہیں۔

نکاح کا حکم:

نکاح مشروع ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾[1] پس جو عورت تمہیں پسند آئے تم ان سے نکاح کرو، دو، دو، تین تین، چار چار، اور اگر اندیشہ ہے کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک ہی (کافی ہے) یا جو تمہاری ملکیت میں ہیں۔

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ﴾[2] اور تم میں سے جو بیوہ ہوں ان کا اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کر دیا کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصواب فإنه له وجاء''۔[3]

اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ نکاح کر لے کیونکہ یہ نکاح نگاہ کو نیچی رکھنے کا بہترین سبب اور شرمگاہ کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے لیکن جس کو اس کی طاقت نہ ہو وہ روزہ رکھے اس لیے کہ یہ روزہ اس کے لیے بہترین ڈھال ہے۔ ''یعنی جذبات کو کنٹرول کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔''

نکاح کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا قانون نہیں نازل کیا ہے جس کے اندر بندوں کا مفاد پوشیدہ نہ ہو یا اسکی کوئی حکمت اور مصلحت نہ ہو یہ الگ بات ہے کہ ہم ان مصلحتوں کو نہ سمجھ سکیں، نکاح کی بھی بڑی عظیم مصلحت اور حکمت ہے ہم صرف چند کے بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں:

(۱) سورۃ النساء:۳ (۲) سورۃ النور:۳۲ (۳) رواہ الشیخان

۱۔نکاح کے نتیجہ میں عضوتناسل کے ذریعہ نسل انسانی کی جائز بقاء۔
۲۔اپنی عزت وشرافت کی حفاظت،اور فطری خواہش پوری کرنے کے لیے مرداورعورت کا جائز طریقہ کار۔
۳۔نسل انسانی کی تربیت اور زندگی کی بقاء کے لیے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا سبب۔
۴۔مودت اور محبت کے دائرہ میں مرداورعورت کے باہمی تعلق کا بہترین ذریعہ،جس سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہواور ایک دوسرے کے ساتھ بہترین تعاون حاصل ہو۔

نکاح کے ارکان:

نکاح کی صحت کے لیے بیک وقت چار ارکان کا ہونا ضروری ہے۔

(۱)ولی کا ہونا (۲)دوگواہ کا ہونا

(۳)عقد نکاح کی درستگی وصحت (۴)مہر

ان عورتوں کا بیان جن سے شادی کرنا حرام ہے:

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَلاَ تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلاً ☆ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالاَتُكُمْ وَبَنَاتُ الاَخِ وَبَنَاتُ الاُخْتِ وَاُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِىْ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهَاتُ نِسَآءِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِىْ فِىْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآءِكُمُ الّٰتِىْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلآَئِلُ اَبْنَآءِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلاَبِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ، اِنَّ اللهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ☆ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ۔﴾(۱)

''ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے مگر جو پہلے ہو چکا ہو یہ (عمل) بیشک بے حیائی ہے اور غیظ وغضب کا کام ہے اور برا راستہ ہے تمہارے اوپر تمہاری مائیں، اور بیٹیاں، اور بہنیں، اور پھوپھیاں، اور خالائیں، اور بھائی کی بیٹیاں، اور بہن کی بیٹیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم

(۱)سورۃ النساء:۲۲......۲۴

کو دودھ پلایا ہے، اور دودھ کی بہنیں، اور تمہاری عورتوں کی مائیں، اور ربیبہ جو تمہاری مدخولہ بیوی کی بیٹی ہے اور تمہارے پاس زیر تربیت ہے، البتہ اگر تم نے ان عورتوں سے دخول نہیں کیا (تو ان کی بیٹی سے نکاح کرنے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں ہے، اور تمہارے صلبی بیٹیوں کی عورتیں، اور دو سگی بہنوں کے درمیان جمع کرنا، مگر جو پہلے ہو چکا ہو، (یہ سب) تمہارے اوپر حرام ہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا﴾[1] اور مشرکہ عورتوں سے شادی نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں، اور مومنہ لونڈی مشرکہ عورت سے بہتر ہے اگر چہ (مشرکہ عورت) تمہیں اچھی لگتی ہے اور نہ ہی مشرک مرد سے شادی کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یحرم من الرضاع ما یحرم النسب"[2] رضاعت سے وہ سب حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا ارشادات ربانی اور توجیہات نبوی سے معلوم ہوا کہ جن عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے ان کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ عورتیں جو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، یہ حرکت کبھی ختم نہیں ہوتی ہے۔

۲۔ وہ عورتیں جو کسی سبب سے وقتی طور پر حرام ہیں جب وہ سبب ختم ہو جائے تو وہ حلال ہو جائیں گی۔

جو عورتیں ہمیشہ حرام ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ نسبی محرمات: جیسے ماں، نانی، دادی، اور ان کی مائیں، بیٹی اور اس کی بیٹیاں، پوتی اور اس کی بیٹیاں۔ بہن، اس کی بیٹیاں اور اس کی اولاد کی بیٹیاں، پھوپھی اور اس کی مائیں، خالہ اور اس کی مائیں، بھتیجی، اور بھتیجے کی بیٹیاں اور ان کی اولاد کی بیٹیاں، یہ سب ابدی محرمات ہیں۔

۲۔ مصاہرت کی بناء پر محرمات:

جیسے: باپ کی بیوی، دادا کی بیوی، بیوی کی ماں، اور اس کی دادی، بیوی کی بیٹی، بیوی کی بیٹی کی بیٹی

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۲۱ (۲) رواہ الشیخان

بشرطیکہ شوہر نے بیوی سے جماع کیا ہو، بیٹے کی بیوی، پوتے کی بیوی، وغیرہ۔

دودھ کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام تھے۔ کیونکہ اب یہ رضاعی رشتے بن جاتے ہیں، اور پہلے نسبی رشتے تھے۔

البتہ رضاعت ایام طفولت میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اور وہ دودھ جو بچے کے نشو ونما کا سبب نہ ہو صرف ایک یا دو گھونٹ پی لینے سے حرمت نہیں ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

"لاتحرم المصة و لا المصتان "(۱) ایک اور دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت نہیں ثابت ہوتی ہے۔

ملاحظہ:۔ یہاں پر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دودھ پینے والے کے بھائیوں اور بہنوں پر یہ حکم رضاعت نہیں واقع ہوگا کیونکہ انہوں نے دودھ نہیں پیا ہے۔ لہٰذا رضیع کا بھائی دودھ پلانے والی یا اس کی بیوی سے شادی کر سکتا ہے۔ اسی طرح اس کی بہن دودھ پلانے والی کے خاوند یا اس کے باپ اور بیٹے سے نکاح کر سکتی ہے۔

۳۔ وقتی اور عارضی حرمت:

یہ وہ حرمت ہے جو کسی سبب سے واقع ہوئی ہے جب وہ سبب ختم ہو گیا تو حرمت بھی ختم ہوگئی جیسے:

ا۔ بیوی کی بہن، یہ اس وقت تک حرام ہے جب تک بیوی اس کے نکاح میں ہے اگر بیوی فوت ہو جائے یا اسے طلاق ہو جائے تو عدت ختم ہونے کے بعد اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے کیونکہ حرمت کا سبب ختم ہو گیا اور وہ سبب دونوں بہنوں کا اجتماع تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ﴾ اور یہ کہ تم دو بہنوں کے درمیان جمع کرو۔

۲۔ بیوی کی موجودگی میں اس کی پھوپھی یا خالہ سے نکاح نہیں کر سکتے، لیکن اس کی عدم موجودگی میں ان سے نکاح کر سکتے ہیں۔ خواہ عدم موجودگی طلاق کی وجہ سے ہو یا موت کی وجہ سے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں:

"نهى رسول الله ﷺ إن تنكح المرأة على عمتها أو خالتها"(۲) رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عورت کا نکاح اس کی پھوپھی یا خالہ پر کیا جائے۔

۳۔ شادی شدہ عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہو سکتا جب تک پہلا نکاح قائم ہے۔

(۱) رواه الجماعة البخاری
(۲) بخاری و مسلم

۴۔عدت گذارنے والی عورت کا نکاح عدت کے اندر نہیں ہوسکتا،حتیٰ کہ پیغام بھی دینا صحیح نہیں ہے جب عدت ختم ہوجائے تو شادی کرسکتی ہے۔

۵۔مطلقہ عورت جس کو تین طلاقیں ہوگئی ہوں اب وہ اپنے پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی ہے۔الا یہ کہ دوسرے آدمی سے نکاح کرے اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ایسی صورت میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہوجائے گی۔

۶۔زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہیے جب تک وہ مکمل طور پر صدق دل سے توبہ نہ کرلے پھر وہ اپنی عدت پوری کرلے تاکہ اس کا رحم پاک ہوجائے۔

۷۔کافر اور مشرکہ عورت سے بھی حالت کفر وشرک میں نکاح جائز نہیں جب تک وہ دین اسلام میں داخل نہ ہوجائیں۔

شادی کے لیے پیغام دینا:

شادی ایک مقدس اور پاکیزہ رشتہ ہے اس پر پر کیف انسانی زندگی کی بقاء کا انحصار ہے،اسی لیے شادی سے پہلے شادی کا پیغام دینا مشروع ہے،تاکہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں،اس سے یا تو دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا ہوجائے گی یا نفرت،اسی چاہت یا عدت چاہت پر شادی کا انحصار ہوگا۔

پیغام دینے کے چند شروط:

جس لڑکی کے لیے شادی کا پیغام دینا ہو اس کے لیے چند شروط کا خیال کرنا ضروری ہے:

۱۔وہ لڑکی ان لڑکیوں میں سے نہ ہو جن سے شادی کرنا حرام ہے چاہے حرمت ہو یا مؤقت ہو۔

۲۔جس لڑکی کو پیغام دینا ہے اس کو کسی دوسرے نے پیغام نہ دیا ہو،اس کے لیے کہ نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے کوئی آدمی اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام دے۔الا یہ کہ پہلے نے چھوڑ دیا ہو یا وہ اجازت دے دے۔(بخاری)

اگر پہلے نے پیغام دیا ہو اور بات چیت بھی مکمل ہوگئی ہے تو اس وقت دوسرے کو پیغام دینا جائز نہیں ہے۔

۳۔معتدہ عورت کو بھی حالت عدت میں پیغام دینا صحیح نہیں ہے۔خواہ طلاق کی کی عدت ہو یا شوہر کی وفات کی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ ۚ عَلِمَ اللَّهُ

اَنَّکُمْ سَتَذْکُرُوْنَهُنَّ، وَلٰکِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا، اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا، وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّکَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتٰبُ اَجَلَهٗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْهُ﴾[1]

اور تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے بات میں کہ تم اشارہ میں عورتوں کو پیغام نکاح دو۔ یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان کا ذکر کرو گے، لیکن تم ان سے پوشیدہ طور پر نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو، مگر یہ کہ کوئی اچھی بات کہہ دو، اور نکاح کا عزم مت کرو، یہاں تک کہ عدت مقررہ اپنے وقت کو پہنچ جائے، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بھید کو اچھی طرح جانتا ہے لہٰذا اس سے بچتے رہو۔

نکاح میں کفو کی شرعی حیثیت:

نکاح میں کفو کا کوئی اعتبار نہیں ہے اگرچہ بعض ائمہ نے اس کا اعتبار کیا ہے لیکن جہاں تک اس مسئلہ کی دینی حیثیت ہے تو علامہ ابن حجرؒ کے بقول کفو نسبی کے معتبر ہونے میں کوئی صحیح حدیث نہیں موجود ہے بلکہ اس کے برعکس ایسے روایات و آثار کا ذخیرہ کتاب میں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ میں نسبی کفو کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ امام بخاریؒ نے ''باب الاکفاء فی الدین'' کے عنوان میں دو ایسے واقعات نقل کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نسبی کفو کا اعتبار نہیں تھا۔ پہلا واقعہ حضرت ابو حذیفہؓ کا ہے جو ایک بدری صحابی ہیں انہوں نے حضرت سالم کی شادی اپنی بھتیجی ہند بنت ولید کے ساتھ کر دی تھی جبکہ سالم ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور ہند مہاجرات میں سے تھیں۔

دوسرا واقعہ ضباعہ بنت زبیرؓ کا ہے کہ ان کی شادی حضرت مقدادؓ سے ہوئی تھی۔ حالانکہ ضباعہ اپنے نسب کے اعتبار سے بہت اونچی تھیں۔ (بخاری باب الاکفاء فی الدین)

علامہ ابن قیمؒ نے اس پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ نسب میں کفو کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اس میں شدت اختیار کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے شعوب وقبائل کو باہمی تعارف کا ذریعہ بتایا ہے، اور بڑائی اور بزرگی صاحب تقویٰ کو حاصل ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ شخص ہے جو تم سب میں زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۳۵

مہر کے احکام:

مہر عورت کا حق ہے اس کا ادا کرنا واجب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً﴾[1] اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو'

مہر عورت کی ذاتی ملکیت ہے لہٰذا اس کے تصرف کرنے کا حق بھی صرف اسی کو ہے، اس میں کسی کی مداخلت جائز نہیں ہے چاہے وہ شوہر ہی کیوں نہ ہو۔

مہر کی مقدار:

شریعت نے مہر کی کوئی حد متعین نہیں کی ہے بلکہ طرفین کے اقتصادی حالات پر چھوڑ دیا ہے نہ اتنا زیادہ ہو کہ شوہر اسے ادا نہ کر سکے اور نہ ہی اتنا کم ہو کہ عورت کسی سنگین موقع پر اس سے فائدہ نہ حاصل کر سکے۔

زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ مہر کو نکاح کے وقت ادا کر دیا جائے۔ لیکن اگر مجبوری کی وجہ سے بعد میں ادا کرتا ہے تو بھی جائز ہے اور اگر آدھی رقم پہلے اور آدھی رقم بعد میں ادا کرتا ہے تو بھی جائز ہے۔

اگر دخول سے پہلے عورت کو طلاق دے دی ہے تو آدھی مہر ساقط ہو جاتی ہے اور آدھی مہر کی ادائیگی ضروری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾[2] اور اگر تم نے ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی ہے اور مہر متعین کر چکے ہو، تو جو متعین کیا ہے اس کا آدھا دے دو"۔ اور اگر دخول کے بعد طلاق دی ہے تو پورے مہر کا ادا کرنا واجب ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ﴾[3] اور کیسے تم اس کو لو گے حالانکہ تم سے بعض دوسرے تک پہنچ چکے ہو۔

ملاحظہ: شوہروں میں مہر معاف کرانے کی عادت عام ہو گئی ہے چونکہ عورت کو یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ اگر وہ معاف نہیں کرتی ہے تو شوہر طلاق دے سکتا ہے اس لیے وہ بھی مجبور ہو کر معاف کر دیتی ہے۔ لہٰذا یہ طریقہ بالکل غلط ہے، مہر عورت کا حق ہے لہٰذا اس کا حق اسے بخوشی سونپ دینا چاہیے۔ ہاں اگر اپنی خوشی سے معاف کر دیتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱) سورۃ النساء:۴ (۲) سورۃ البقرۃ:۲۳۷ (۳) سورۃ النساء:۲۱

ایسی شادی کا حکم جس میں مہر کا ذکر نہ ہو:

ایسی شادی جس میں مہر کی تعیین نہ کی گئی ہو یا مہر کا ذکر نہ ہوا ہو تو وہ شادی صحیح ہوگی۔ البتہ مہر مثل واجب ہوگا یعنی عورت کے بہنوں کے مہر کے مطابق یا اس کے میکے میں بالعموم عورتوں کا جو مہر متعین ہوتا ہے وہی اس کو بھی متعین کر دیا جائے گا، کیونکہ روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے شادی تو کر لی تھی مگر مہر نہیں متعین تھا، اور دخول سے پہلے وفات پا چکا تھا تو حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ اس کو مہر مثل ہے اس میں کمی وبیشی صحیح نہیں ہے اور عورت پر عدت ہے، اور میراث کا حق حاصل ہے اتنے میں معقل بن سنان اشجعی کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بروع بنت واشق کے بارے میں اسی طرح فیصلہ دیا تھا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حرام اور ممنوع نکاح:

نکاح متعہ:

یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اسے ایک متعین مدت تک اپنے پاس رکھے گا پھر اسے طلاق دے دے گا، تو یہ نکاح حرام ہے، ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ حرام کر دیا اور فرمایا:

"یا ایھا الناس انی کنت آذنت لکم فی الاستمتاع، والا وان اللہ قد حرمھا الی یوم القیمۃ "[1] اے لوگو! میں پہلے متعہ کے بارے میں تم کو اجازت دیتا تھا، لیکن خبردار! اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا ہے۔

نکاح شغار:

یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس شرط پر کرتا ہے کہ دوسرا بھی اپنی بیٹی یا بہن کو اس کے نکاح میں دے دے، تو یہ نکاح بھی باطل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لاشغار فی الاسلام "[2] اسلام میں شغار نہیں ہے۔ یعنی تبادلہ عورت کی شرط کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔

نکاح حلالہ:

یعنی حلالہ کی نیت سے شادی کرنا، اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے وقتی جذبات میں آ کر اپنی بیوی کو

(۱) ابن ماجہ، نیل الاوطار، فقہ السنۃ (۲) صحیح بخاری

طلاق دے دی پھر وہ دوسرے آدمی کے پاس جا کر اس کو طے کرتا ہے اور اپنی مطلقہ بیوی کی شادی اس سے اس شرط پر کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم بستری کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا۔ اس طرح وہ اپنے لیے اپنی مطلقہ بیوی کو حلال کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ عمل شریعت کے مطابق ہے حالانکہ یہ شریعت کے ساتھ مذاق ہے، بلکہ شریعت نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے۔

ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''لعن رسول الله ﷺ المحلل والمحلل له''[1]

رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔ لہٰذا اس ملعون عمل سے باز آنا چاہیے۔

کافرہ عورت سے نکاح:

کافر عورت سے نکاح جائز نہیں ہے جب تک وہ ایمان نہ لے آئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ﴾[2] مشرکہ عورت سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔

اس آیت کی بنیاد پر ایک مسلمان مرد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مجوسی، شیوعی، کافر، بت پرست عورت سے شادی کرے، اسی طرح مسلمان عورت بھی کسی کافر مرد سے شادی نہیں کر سکتی۔ ہاں، اگر وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو جائز ہے۔

❀❀❀❀

(۱) ترمذی (۲) سورۃ البقرۃ: ۲۲۱

عقیقہ کے احکام

عقیقہ کی تعریف:

عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے۔

عقیقہ کا حکم:

جس شخص کے پاس قدرت ہے اس پر ساتویں دن عقیقہ کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"کل غلام رهينة بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه ويسمى ويحلق رأسه"[1] ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے گا، نام رکھا جائے گا اور سر کے بال مونڈے جائیں گے۔

عقیقہ کے احکام:

۱۔ جانور عیب سے پاک ہو اور اس عمر میں ہو جو قربانی کے لیے ضروری ہے۔

۲۔ عقیقہ کا گوشت گھر والے بھی کھائیں گے اور تقسیم بھی کریں۔

۳۔ لڑکے کی طرف سے دو جانور دینا مستحب ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کی طرف سے دو منڈھے ذبح کیا تھا۔ (ترمذی)

۴۔ ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جائے اور اچھا نام تجویز کیا جائے، اسی دن سر مونڈا جائے، اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کیا جائے، کیونکہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن کا عقیقہ کیا تھا تو حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: ان کے سر کو مونڈا دو اور اس کے وزن کے برابر چاندی مسکینوں میں صدقہ کرو۔"

(احمد، ترمذی)

۵۔ بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

۶۔ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو جب بھی میسر ہو عقیقہ کر دینا چاہیے۔

---

(۱) ابوداود، نسائی

خاندانی منصوبہ بندی یا تحدید نسل:

چونکہ یہ موضوع عصر حاضر کا انتہائی حساس اور اہم موضوع ہے اور لوگوں کے نظریات وخیالات بھی مختلف ہیں لہٰذا اس اہم موضوع کو قدرے تفصیل سے پیش کرتے ہیں تا کہ ہر قاری عورت کو بخوبی علم ہو سکے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نوع انسانی کی افزائش اور بقا کا دارو مدار تناسل پر ہے اور نکاح کے ذریعہ اسلام اسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت

﴿فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ﴾ کی تفسیر میں علماء تفسیر لکھتے ہیں کہ یہاں ''ابتغاء ما کتب الله'' کو مباشرت کا مقصد بتایا گیا ہے۔ اور اس سے مراد افزائش نسل ہے حصول لذت نہیں اور ظاہر ہے کہ تناسل نوع انسان کی افزائش کا ایک اہم سبب ہے اس لیے قرآن کریم اور احادیث کے متعدد نصوص اس کی حوصلہ افزائی میں وارد ہوئے ہیں۔

کیا اسلام نسبندی کی اجازت دیتا ہے؟

متعدد احادیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مخصوص حالات میں منع حمل اور تحدید نسل کی اجازت دیتا ہے، ہم ذیل میں ان احادیث کا ذکر کر رہے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

۱۔ حضرت جابرؓ سے روایت وہ فرماتے ہیں:

''ہم رسول الله ﷺ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے اور قرآن نازل ہو رہا تھا''۔ (بخاری ومسلم)

البتہ مسلم کی روایت الفاظ کچھ بدلے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

''ہم رسول الله ﷺ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے پھر جب آپ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے لوگوں کو روکا نہیں''۔

پہلے زمانہ میں یہی عزل منع حمل کا معروف طریقہ تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ مباشرت ہونے کے بعد جب انزال کا وقت آتا تھا تو شوہر الگ ہو جاتا تھا اور منی دوسری جگہ خارج ہوتی تھی اس طرح وہ نطفے کو رحم میں جانے سے روکتے تھے جس کا مقصد منع حمل تھا۔

اور یہ جو فرمایا کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر درحقیقت یہ کوئی خلاف شرع بات ہوتی تو کیسے ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اس غلط بات پر مسلمانوں کو متنبہ نہ کرتا جبکہ دوسری بہت سی غلط رسم ورواج کو اللہ نے بدل دیا تھا۔

۲۔ دوسری روایت ہے جسے امام احمد اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے:

وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ، ہمارے پاس ایک ہی لونڈی ہے جو گھر کا کام کاج کرتی ہے، ہمارے کھجور کے درختوں کی سینچائی کرتی ہے اور میں اس سے اپنی جنسی خواہش بھی پوری کرتا ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ حاملہ نہ ہو، اب آپ بتائیں کہ کیا کروں، آپ نے جواب دیا اگر چاہو تو عزل کرو، مگر ہوگا وہی جو اس کی تقدیر میں ہے۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح انداز میں معلوم ہوتی ہے کہ منع حمل کا یہ طریقہ یعنی عزل عہد نبوی میں معروف تھا، لوگ اس کو اختیار کرتے تھے اس کا علم نبی کریم ﷺ کو بھی تھا اس وقت وحی بھی نازل ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود آپ نے نہ تو ایسا کرنے سے روکا اور نہ ہی وحی الٰہی نے انہیں باز رہنے کا حکم دیا، اور یہی چیز اس کے جواز کی دلیل ہے۔

برخلاف اس کے کچھ ایسی حدیثیں بھی ہیں جو پہلی دونوں حدیثوں سے متعارض ہیں اسی وجہ سے علماء کرام نے اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے مطلق جائز قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے اس کو مطلق حرام کر رکھا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ عورت کی مرضی پر موقوف ہے اگر وہ اجازت دے تو جائز ہے ورنہ نہیں، اور بعض نے اسے لونڈی کے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔ لیکن راجح قول یہ ہے کہ اگر عورت راضی ہے تو جائز ہے اور منع والی روایتوں کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے گا............ یہ علماء قدامیٰ کا نظریہ وخیال ہے البتہ جدید علماء کرام کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ منع حمل سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے، یہ صرف دو صورتوں میں جائز ہے:

(الف) حمل کی وجہ سے عورت کو کسی بیماری کا اندیشہ ہو۔

(ب) عورت کو پہلے سے بچہ ہے جس کو وہ دودھ پلا رہی ہے لہٰذا اگر کوئی مسلمان ماہر ڈاکٹر یہ مشورہ دے کہ حمل کی وجہ سے دودھ پینے والے بچے کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو ایسی صورت میں منع حمل جائز ہے۔ البتہ محتاجی اور فقر وفاقہ کے خوف سے منع حمل یا تعلیم وتربیت کی پریشانیوں سے بچنے کے لیے یہ طریقہ کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ موجودہ فوجی اصول وضوابط اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ جنگوں میں فتح وکامرانی انہیں کو میسر ہے جو جدید جنگی آلات کے ساتھ کثرت تعداد میں بھی ہوں۔ اسی طرح اسلامی دستور وقوانین کی حفاظت اسلامی معاشرہ کا مکمل تحفظ، مسلمانوں کے جان ومال اور

عزت وآبرو کی مکمل حفاظت بھی اس وقت ممکن ہے جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو اور ان کا غلبہ ہو۔

۲۔ افزائش نسل پر لوگوں کو ابھارنا چاہیے، البتہ اگر کوئی مجبوری کا عالم ہو تو ایسی صورت میں منع حمل کی صورت اختیار کرنی چاہیے۔ تقریباً یہی نظریہ استاذ بہی خولی اور دکتور یوسف قرضاوی کا ہے۔

خلاصہ کلام: قرآنی آیات اور احادیث نبویہ میں غور وفکر کرنے سے اور علماء کرام کے خیالات ونظریات کا مطالعہ کرنے سے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام نے اولاد کو اللہ کی عظیم نعمت شمار کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً﴾[1] اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہارے نفس سے عورتیں پیدا کیں اور تمہارے لیے تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تزوجوا الولود والودود، فابی مکاثر بکم الامم یوم القیمة''[2] زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو کیونکہ میں بروز قیامت تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

یہاں اسلام نے افزائش نسل پر ابھارا ہے لیکن اسلام ایسی کثرت کو دیکھنا چاہتا ہے جو اسلامی اصول وقوانین کو اچھی طرح سمجھتا ہو، اس کا پابند ہو، ان اصول وضوابط کو اچھی طرح سمجھتا ہو جو قوموں کی ترقی کا سبب بنتی ہو، اسلام ایسی کثرت کو ہرگز نہیں پسند کرتا جو کمزور وناتواں، انتہائی کم ظرف وکم عقل، معاشرہ میں اس کا کوئی مقام نہ ہو، وہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہو، کہ قوم میں جدھر چاہیں اس کو نچاتی رہیں، بلکہ اس کثرت میں وہ طاقت وقوت اور دانائی وعقلمندی ہو کہ اپنی حکمت وتدبیر سے ظلم وعدوان بھری اس دنیا کو اس کے ظلم وستم سے آزاد کردے، سیاسی واقتصادی اور دینی ظلم واستبداد سے نجات دلا کر عدل وانصاف اور نور وروشنی کی طرف لا کھڑا کردے۔ یہ زمین تعصب، نسل پرستی اور جہالت سے مکمل پاک ہو جائے، ہر طرف عدل وانصاف ہو، عزت وآبرو کی حفاظت جان ومال کا مکمل تحفظ ہو، اس میں ابوبکرؓ جیسا صاحب بصیرت، عمرؓ جیسا انصاف پسند، علیؓ جیسا بہادر اور خالدؓ جیسا جرنیل اور ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ جیسا عالم وفقیہہ موجود ہوں، لہٰذا افزائش نسل ایک عظیم نعمت ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کی صحیح تعلیم وتربیت ہو۔ البتہ اگر کوئی اضطراری کیفیت لاحق ہو جائے

(۱) سورۃ النحل: ۷۲ (۲) ابوداود، نسائی

اورعورت کی زندگی کوخطرہ لاحق ہوسکتی ہوتو ایسی صورت میں منع حمل کواختیار کرنا بہتر ہے۔

بے بی ٹیوب کا حکم:

چونکہ یہ موضوع دور جدید کا بہت ہی حساس اور اہم موضوع ہے اور بڑے بڑے ہسپتالوں میں بانجھ پن کے علاج کے لیے اس طریقہ کار کو اختیار بھی کیا جاتا ہے اس لیے اس کی شرعی حیثیت بھی معلوم کرنا ضروری ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ بے بی ٹیوب کے مختلف حالات ہیں، ان میں بعض حالات جائز ہیں اور بعض ناجائز مثلاً:

۱۔اگر ٹیوب میں عورت کا بویضہ اوراس کا شوہر کا پانی دونوں ساتھ میں ہے پھراس کواسی عورت کے رحم میں ڈالا گیا ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ عورت کا پانی اوراس کے شوہر کا پانی دونوں مل کراس کے رحم میں ہے۔

۲۔اگرعورت کا بویضہ غیر مرد کے پانی کے ساتھ ملا ہوا ہے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں ''زنا'' کا معنی پایا گیا ہے۔ کیونکہ ایک اجنبی مرد کا پانی اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا گیا ہے جبکہ دونوں میں نکاح نہیں ہے یعنی دونوں میاں بیوی نہیں ہیں۔

۳۔عورت رحم میں کسی خرابی کی وجہ سے حمل کی قدرت نہیں رکھتی ہے۔لیکن اس کا بویضہ صحیح ہے پھراس عورت کے بویضہ کواوراس کے شوہر کے پانی کو لے کرٹیسٹ ٹیوب میں رکھ کرکسی تیسری اجنبی عورت میں ڈالا جائے تا کہ بچہ پیدا ہوتو یہ حالت بھی ناجائز ہے۔

۴۔اسی طرح بیوی کے اندرحمل کی قدرت موجود ہے،لیکن اس کا بویضہ صحیح نہیں ہے تو اس وقت کسی دوسری عورت کا بویضہ لے کر پھرشوہر کی منی میں ملا کر بیوی کے رحم میں بویا جائے تا کہ بچہ پیدا ہوتو یہ صورت بھی ناجائز وحرام ہے کیونکہ یہ بھی زنا کے مشابہ ہے۔

مذکورہ بالا صورتوں میں پہلی صورت جائز ہے تا کہ بچہ بھی اپنے حقیقی ماں باپ کو پہچان سکے اور ماں باپ بھی اپنے حقیقی لڑکے کو پہچان سکیں اورنسب بھی برقراررہ سکے۔باقی صورتوں میں یہ مفقود ہے لہٰذا سب حرام ہیں۔

❀❀❀❀

طلاق کے احکام

طلاق کی تعریف:

صریح لفظ میں ازواجی زندگی ختم کر دینے کا نام ''طلاق'' ہے جیسے کہے: میں نے تجھے طلاق دے دی۔

طلاق کے ابتدائی مراحل:

ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کو ساتھ رہتے رہتے کبھی کچھ ناخوشگوار واقعات رونما ہو ہی جاتے ہیں زندگی کی لمبی دوڑ میں اس قسم کے واقعات کا ہونا کوئی بعید نہیں ہے اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اسلام دونوں کو صبر اور حکمت و بصیرت کے ساتھ ایسی مسائل کو حل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں اسلامی تعلیمات اور اس کی بہترین اور مصلحانہ توجیہات وارشادات پر عمل کریں تو میرے خیال میں طلاق کے واقعات بالکل کم ہو جائیں گے اور نکاح ایک مضبوط رشتہ بن جائے گا۔ اختلافات کا آغاز یا تو بیوی کی جانب سے ہوتا ہے یا شوہر کی جانب سے یا ان دونوں ہی کا اس میں کچھ حصہ ہوتا ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ اسلام اس کا کیا حل پیش کرتا ہے۔

بیوی کی نافرمانی:

اگر بیوی نافرمان ہوگئی ہے یا قابو سے باہر ہوگئی ہے اور شوہر کے حقوق کو پامال کرنے لگے تو ان صورتوں میں قرآن مجید نے اس کا علاج اس طرح بتایا ہے:

۱۔ پہلے شوہر پیار و محبت سے اس کو نصیحت کرے اس کی غلطیوں کی بہترین انداز میں نشاندہی کرے اور اسے یہ بھی بتائے کہ تمہاری اس غلط حرکت سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اس طرح اچھی اچھی نصیحتیں وقتاً فوقتاً اسے کرتا رہے، بہت ممکن ہے کہ اس نصیحت کا اس پر اچھا اثر ہو اور دونوں تباہی کے دہانے سے بچ جائیں۔

۲۔ شوہر نصیحت کرتے کرتے باز آ جائے، اور دیکھے کہ بیوی پر اس کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا ہے تو اس وقت اسلام نے اسے سزا دینے کی تلقین کی ہے البتہ سزا کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے تو وہ اس کی خواب گاہ سے الگ ہو جائے، اپنا بستر الگ کر لے۔ اس سے لاپرواہی برتنا شروع کر دے۔ اس کے پاس جانا چھوڑ دے، اس کے حرکات وسکنات سے یہ محسوس ہو کہ وہ بہت سخت ناراض ہے ظاہر بات ہے کہ شوہر

کی اس حرکت سے محترمہ کی نسوانی غرور پر چوٹ پڑے گی اور بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے، کیونکہ عورت سب کچھ برداشت کرسکتی ہے لیکن اپنی نسوانیت کی توہین کبھی برداشت نہیں کرسکتی۔

۳۔ اگر شوہر اس طریق کار سے بھی کامیاب نہیں ہوتا ہے تو مار پیٹ سے بھی کام لے سکتا ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ اس کو ایسی مار نہ مارے جو اسے لہولہان کردے، اس کے جسم نازک پر نشانات بن جائیں، یا کوئی حصہ ٹوٹ پھوٹ جائے، بلکہ ایسی پٹائی ہو جس سے وقتی تکالیف ہو۔ ممکن ہے اس سے وہ عبرت حاصل کرے۔ یہ وہ طریق کار ہیں جنہیں اسلام شوہر کو اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا﴾ (1) اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو تو انہیں نصیحت کرو، اور انہیں بستروں سے الگ رکھو، اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر کوئی راستہ مت تلاش کرو، بیشک اللہ تعالیٰ بلند اور بالاتر ہے۔

شوہر کی نافرمانی:

لیکن اگر نافرمانی شوہر کی جانب سے ہے تو اس وقت عورت کو بھی انتہائی حکمت اور بصیرت سے کام لینا چاہیے اور نہایت سنجیدگی سے اس کی نفرت کے اسباب کا پتہ لگانا چاہیے، اور ہر ممکن طریقہ سے اس کی نفرت ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس موقع پر سودہ بن زمعہ ؓ کا واقعہ قابل ذکر اور قابل عبرت ہے۔ انہوں نے جب محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ ان سے بے التفاتی برت رہے ہیں۔ اور یہ بھی اندازہ لگالیا کہ آپ انہیں طلاق دینے کے بارے میں سوچ رہے ہیں تو فوراً وہ سمجھ گئیں کہ آپ نے یہ بے توجہی ان کے اندر کسی عیب کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ معاملہ کچھ دوسرا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ عمر کے اعتبار سے ازواج مطہرات میں سب سے بڑی ہیں جس کی وجہ سے وہ وظیفہ زوجیت بہتر انداز میں نہیں ادا کر پارہی ہیں اس وجہ سے آپ انہیں چھوڑنا چاہتے ہیں۔ یہ خیال کر کے وہ آگے بڑھیں اور رسول اللہ ﷺ سے جا کر خود عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اب میں بوڑھی ہوچکی ہوں لہٰذا اپنی باری کے دن آپ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہ ؓ کو دیتی ہوں، میری

(۱) سورۃ النساء: ۳۴

صرف سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ قیامت کے دن جب میں اٹھائی جاؤں تو آپ کی بیویوں میں میرا بھی نام ہو مندرجہ ذیل آیت انہیں کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ م بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، وَأُحْضِرَتِ الأَنْفُسُ الشُّحَّ، وَإِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ اللهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾[1]

''اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی نافرمانی یا بے رخی سے ڈر رہی ہو تو کوئی حرج نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں، صلح بہتر ہے نفس تنگ دلی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں لیکن اگر تم لوگ بھلائی سے پیش آ ؤ اور تقویٰ اختیار کرنے لگو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری اس کارکردگی سے باخبر ہے''۔

یہ صلح کے وہ طریقہ کار تھے جب نافرمانی یا تو بیوی کی طرف سے ہو یا شوہر کی طرف سے۔ لیکن اگر نافرمانی دونوں طرف موجود ہو تو اس وقت کونسی حکمت اختیار کی جائے۔

''ایسی صورت میں قاضی یا گاؤں کا پنچ اس معاملہ کو دونوں کے سرپرستوں کے حوالے کرے گا تاکہ دونوں سوچ سمجھ کر دونوں کو انصاف دلائیں، اس کے باوجود بھی اگر ظلم وشقاق کا اندیشہ ہو اور یہ خوف ہو کہ حدود الٰہی کو پامال کرنا شروع کر دیں گے تو اس وقت قاضی یا گاؤں کا پنچ فریقین کے خاندان سے ایک ایک حکم کا انتخاب کر کے بھیجے گا تاکہ وہ دونوں کو مطمئن کر سکے۔ (المغنی لابن قدامہ ۷/ ۱۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء اسلام نے کس قدر دقت نظر سے کام لے کر مسائل کا استنباط کیا ہے کہ وہ خاندان کی شیرازہ بندی کا آخری موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے اور آخری صورت یہ لگاتے ہیں کہ اگر دونوں باہمی طور پر مصالحت کے لیے رضامند نہیں ہیں تو دونوں کے سرپرست مل کر انہیں سمجھائیں تاکہ ایک آباد گھر اجڑنے سے بچ جائے لیکن اگر اختلاف کی دیواریں اس قدر وسیع ہو جائیں کہ ان دونوں کا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جائے تو اس صورت میں اسلام انہیں طلاق ہی کا حکم دیتا ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ طلاق کے شرعی احکام کیا ہیں۔

اسلام میں طلاق کا حکم:

اسلام ایک معتدل مذہب ہے اس نے ہمیشہ انسان کی رعایت کی ہے اس نے ازدواجی زندگی کے لیے

(۱) سورۃ النساء: ۱۲۸

ایسا رہنما اصول متعین کیا ہے جس کے تحت میاں بیوی خوشگوار ماحول میں اپنی زندگی گذار سکتے ہیں لیکن اگر ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ میاں بیوی میں کافی بگاڑ پیدا ہو جائے اور اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو اس وقت اسلام نے بہترین انداز میں طلاق کا حکم بھی دیا لیکن طلاق کے دروازے کو مطلقاً اس طرح نہیں کھول دیا ہے کہ آدمی جب چاہے عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر ہمیشہ کے لیے جدا کر دے جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے دروازے کو اس طرح بند کر دیا ہے کہ سنگین موقع پر بھی دونوں ایک موقع پر بھی ایک دوسرے کو جدا نہ کر سکیں، جیسا کہ مسیحیوں اور ہندوؤں میں ہوتا ہے بلکہ حالات اور ظروف کے پیش نظر طلاق کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اگر نقصان کا رفع بغیر طلاق ممکن نہیں ہے تو طلاق ضروری ہے لیکن اگر طلاق میں کسی ایک فریق کا نقصان زیادہ اور فائدہ اس سے کم تو ایسی صورت میں طلاق حرام ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عورت کی بد خلقی کی شکایت کی تو آپ نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد) اور دوسرے مسئلہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بغیر کسی سبب کے طلاق کا سوال کرتی ہے تو اس پر جنت کی بو حرام ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

کب طلاق ضروری ہے:

جب میاں بیوی میں بگاڑ کی نوبت پیدا ہو جائے اور اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئے بلکہ طلاق ہی بگاڑ کا واحد حل ہے تو ایسی صورت میں طلاق ضروری ہو جاتی ہے لیکن اگر طلاق بغیر کسی سبب کے ہے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں دونوں کا نقصان ہے...... لیکن اگر عورت بد خلق ہے اور بدزبان ہے، اس کے برے سلوک کی وجہ سے ازدواجی زندگی متاثر ہوتی ہے، سمجھانے کے باوجود بھی اپنی حالت نہیں سدھارتی ہے، تو ایسی صورت میں طلاق جائز ہے، اسی طرح اگر عورت حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے مثلاً نماز نہیں پڑھنی، عفت پسند نہیں ہے۔ اصلاحی کوشش کے باوجود بھی نہیں سدھار پیدا کرتی ہے تو اس صورت میں بھی طلاق جائز ہے۔

سنی اور بدعی طلاق میں فرق:

اسلام نے طلاق کے لیے کچھ شروط متعین کیے ہیں جن کی رعایت ضروری ہے۔ مثلاً:

پہلی شرط: یہ ہے شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے اس میں شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ عدت کے اندر اپنی مطلقہ بیوی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لے لے، یہ عدت تین مہینہ کی مدت ہے۔ اتنی لمبی مدت اس لیے ہے تا کہ دونوں صحیح طرح غور وفکر کر لیں، ممکن ہے کہ شیطان نے وجدانی کیفیت پیدا کی ہو اور جذبات

میں آ کر شوہر نے طلاق دے دی ہو۔ پھر اس لمبی مدت میں دونوں غلطی پر نادم ہوں، اور ازدواجی زندگی دوبارہ عود کر آئے، لیکن اگر عدت کی مدت ختم ہوگئی، اور شوہر نے رجوع نہیں کیا تو اب اس کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾[1] اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین طہر تک انتظار کریں اوران کے لیے حلال نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں۔ اوران کے شوہر (اس مدت) ان کے لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں انہوں نے اصلاح کا ارادہ کرلیا ہے۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حیض کی مدت میں طلاق نہ دے اور نہ ہی اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع کیا ہے۔ بلکہ اس کو ایسی طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہیں کیا۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی عورت کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے رسول اللہ (ﷺ) سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ ناراض ہوئے اور فرمایا:

''مره فليراجعها ثم يمسكها حتىٰ تطهر، فان بداله ان يطلقها فليطلقها قبل ان يمسها، فتلك العدة التي امر الله تعالىٰ ان يطلق لها النساء''[2] ان کو حکم دو کہ وہ لوٹا لیں، پھر پاک ہونے تک اس کو روکے رکھیں، پھر اگر وہ طلاق دینا چاہیں تو چھونے سے پہلے طلاق دے دیں، یہی وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔

طلاق دیتے وقت ان مذکورہ دونوں شرطوں کی رعایت ضروری ہے تاکہ طلاق اسلامی اصول وقوانین کے مطابق ہو، اگر اسلامی اصول وقوانین کے علاوہ طلاق دی ہے تو وہ طلاق بدعی ہوگی۔ کیونکہ اسلامی منہج کے خلاف ہے اور تمام فقہاء کے نزدیک یہ عمل حرام ہے اور ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔ مگر یہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ جمہور علماء کی یہی رائے ہے۔ اور محققین علماء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے ابن علیہ، عبداللہ بن عمر، سعید بن میسب، طاؤس، خلاس بن عمر، ابو قلابہ تابعی، ظاہریہ، احمد بن حنبل

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۲۸ (۲) بخاری ومسلم

کا ایک قول، ابن تیمیہ، ابن حزم، ابن القیم وغیرہ، ان کے استدلال آثار اور اقوال صحابہ ہیں اس رائے کی بنیاد پر وہ طلاق جو اسلامی اصول کے خلاف ہو وہ واقع نہیں ہوگی۔ لہٰذا مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی:

۱۔ ایام حیض میں طلاق نہیں واقع ہوگی۔

۲۔ ایام نفاس میں طلاق نہیں واقع ہوگی۔

۳۔ ایسی طہر جس میں عورت کے ساتھ جماع کیا ہے اگر اس طہر میں طلاق دی ہے تو نہیں واقع ہوگی۔

۴۔ تین، چار مرتبہ طلاق کہنے سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو اس سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی، روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں جب آپ کو اس کی خبر ملی تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: ''ایلعب بکتاب الله وانا بين اظهركم ''(۱) کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کھیلا جا رہا ہے حالانکہ میں ابھی موجود ہوں۔

طلاق کے اقسام:

طلاق کی دو قسمیں ہیں:۔ ۱۔ طلاق رجعی، ۲۔ طلاق بائن

طلاق رجعی: وہ طلاق ہے جس میں شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو اور وہ تین سے کم ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذَالِكَ اِنْ اَرَادُوْآ اِصْلاَحًا﴾ اگر انہوں نے اصلاح کا ارادہ کر لیا ہے تو ان کے شوہر عدت میں ان کو لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ مطلقہ رجعیہ کے لیے عدت کے ایام میں نان ونفقہ مرد کے ذمہ ہے۔ اگر وہ رجوع کرنا چاہتا ہے تو کہے کہ میں نے تجھے رجوع کر لیا ہے، یا عملاً جماع وغیرہ شروع کر دے۔ لیکن اگر شوہر نے عدت کے اندر رجوع نہیں کیا اور عدت ختم ہوگئی تو عورت بائن ہو جائے گی اور نان ونفقہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اب اگر اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لانا چاہتا ہے تو عورت سے اجازت لے گا اور نئی شادی نئے مہر کے ساتھ اپنی عقد میں لائے گا۔

طلاق بائن: اس میں طلاق دینے والے کو رجوع کا اختیار حاصل نہیں ہے البتہ نئے مہر اور نئے شرائط کے ساتھ

(۱) نسائی وقال ابن کثیر اسنادہ جید

دوبارہ نکاح کرسکتا ہے عورت کی مرضی ہے چاہے قبول کرے اور چاہے رد کردے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے:

۱۔ مرد نے طلاق رجعی دی ہے اور عدت کے اندر رجوع نہیں کیا ہے تو عدت گذر جانے سے طلاق بائن ہو جاتی ہے۔

۲۔ مرد نے مال وصول کر کے خلع کی صورت میں طلاق دی ہے۔

۳۔ اگر ان کے مابین دونوں کے منصفوں نے طلاق دلائی ہے کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ طلاق کے بغیر ان کے درمیان مصالحت کی کوئی صورت نہیں ہے۔

۴۔ دخول سے پہلے طلاق دے دی ہے تو صرف وقوع طلاق سے عورت بائن ہو جائے گی اس لیے کہ مجامعت سے پہلے عورت پر عدت نہیں ہے۔ اس قسم کے طلاق کو طلاق بائن بیونت صغریٰ کہتے ہیں۔

لیکن اگر شوہر نے تین طلاق تین طہر میں دی ہے۔ تو عورت بائن ہو جائے گی اس میں شوہر اس عورت سے دوبارہ تجدید نکاح نہیں کرسکتا الا یہ ہے کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے شادی کرے پھر اگر دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے تو پہلا شوہر اس سے شادی کرسکتا ہے ورنہ نہیں، اس طلاق کا نام طلاق بائن بیونت کبریٰ ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاق کا حکم:

مرد اپنی بیوی کو ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دے دے، یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، فقہاء امت کا اجماع ہے کہ اس طرح طلاق دینا حرام ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھے تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپؐ نے فرمایا: ''ایلعب بکتاب اللہ و انا بیت اظھر کم ''(۱) کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کھیلا جا رہا ہے حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں۔

پھر بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ، اور حضرت عمرؓ کے ابتدائی دور میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق مانی جاتی تھیں۔ (مسلم ج ۱ ص ۴۷۸)

نیز مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۵ میں ہے کہ رکانہؓ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک اقرار دے کر رجوع کا اختیار دے دیا تھا۔ چنانچہ رکانہؓ نے رجوع کر لیا تھا۔

(۱) سنن نسائی

فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ البتہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکنے کے لیے تعزیری طور پر تین طلاق واقع ہونے کا حکم صادر فرمایا تھا جیسا کہ ان کے لفظ ''ان الناس استعجلوا فی امر کانت لھم فیه اناة فلو امضینا علیھم فامضاہ علیھم'' (مسلم) سے واضح ہے نیز آیت مبارکہ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ سے یہ بھی واضح ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک مرتبہ میں واقع کردہ لہٰذا اس کے بعد امساک ہو سکے گا۔''(۱)

ایک مجلس کی تین طلاقیں صرف ایک طلاق واقع ہوگی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾(۲) طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا بھلائی کے ساتھ اس کو روکے رکھنا ہے یا خیر سگالی کے ساتھ اس کو چھوڑ دینا ہے، پھر اس کے بعد فرمایا:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ﴾ پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دی ہے تو یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ دوسرے آدمی سے شادی کرلے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں بتادیا ہے کہ طلاق ایک مرتبہ سے واقع نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے چند مراحل ہیں: پہلی مرتبہ جب طلاق دے گا تو اسے اختیار حاصل ہوگا چاہے تو بھلائی کے ساتھ اس کو اپنی زوجیت میں لے لے یا بھلائی کے ساتھ اس کو چھوڑ دے، پھر جب دوسری مرتبہ طلاق دے گا تو اس مرتبہ بھی پہلی ہی کی طرح اختیار حاصل ہوگا جب تیسری مرتبہ طلاق دے گا تو اس بار بیونت کبریٰ واقع ہو جائے گا یعنی اس کی بیوی اس کے لیے حرام ہو جائے گی اور اس کی زوجیت سے نکل جائے گی۔ یہ ربانی قانون اتنا عظیم اور اعلیٰ قانون ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں، اس قانون میں رب العالمین نے دونوں کو سوچنے سمجھنے کا کافی موقع فراہم کیا ہے تاکہ یہ مقدس رشتہ شیطانی فریب میں پڑ کر ہمیشہ کے لیے ختم نہ ہو جائے، لیکن اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس سے بیونت کبریٰ حاصل ہو جاتا ہے تو پھر یہ قانون ربانی قانون سے زبردست انداز میں متعارض ہوتا ہے اور اس میں دونوں کو سمجھنے اور سوچنے کا ذرا بھی موقع نہیں ملتا ہے پھر ایک ہی مرتبہ سے پیار و محبت کا یہ پاکیزہ رشتہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔

---

(۱) دیکھو اسلامی طرز زندگی کے صفحہ 578 پر مولانا محمد رفیق اثری کا حاشیہ

(۲) سورۃ البقرۃ: ۲۳

نیز اللہ تعالیٰ نے ﴿الطلاق مرتان﴾ ''طلاقیں دو مرتبہ ہیں'' فرما کر یہ اشارہ دیا ہے کہ طلاق یکے بعد دیگرے ہے۔ اور جو قانون یکے بعد دیگرے کا ہو اس میں انسان اپنی مرضی سے ایک ہی مرتبہ کا مالک کیسے بن سکتا ہے۔ پھر اس میں اور لعان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ کیا کوئی عقلمند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ شارع نے بندے سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد ۳۳، ۳۳ مرتبہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرے لہٰذا اگر وہ بجائے ۳۳، ۳۳ مرتبہ کہنے کے ایک ہی مرتبہ کہے سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ۔ تو اس کہنا ۳۳ مرتبہ کہنا ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کو ۳۳ مرتبہ شمار کرنا ہوگا۔ اسی طرح طلاق کا مسئلہ بھی ہے اس کو بھی تین بار یکے بعد دیگرے دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ طلاق کے شروع میں فرمایا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ أَمْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾[1] ''اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں، مگر وہ خود کوئی فحش کام کر ڈالیں، یہ اللہ تعالیٰ کے قوانین ہیں اور جو شخص بھی قانون الٰہی سے تجاوز کرے گا تو یقیناً اس نے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا کر دے، پھر جب وہ اپنے وقت کو پہنچ جائیں تو یا تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی سے جدا کر دو''۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''شاید کوئی نیا معاملہ پیدا ہو جائے'' اور دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے، مگر جب ایک مجلس کی تین طلاق کو تین مان کر عورت کو جدا کر دیں گے اور بینونت کبریٰ اس پر واقع ہو جائے گی تو پھر کوئی نئی صورت پیدا ہو سکتی ہے اور کیونکر کوئی مصالحت کی نئی راہ نکلنے کی امید رکھی جا سکتی ہے؟

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں اور خلافت عمرؓ کے دو سال تک تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی پھر حضرت عمرؓ نے لوگوں کے اس معاملہ میں

(۱) سورۃ الطلاق: ۱.....۲

جلد بازی کی وجہ سے مصلحتاً تین کو تین قرار دے دیا تھا۔ (مسلم، احمد)

اس حدیث کی روشنی میں بھی تین طلاق ایک ہی طلاق مانی جائے گی، کیونکہ عہد نبوی اور عہد ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دو سال تک تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی بعد میں حضرت عمرؓ نے مصلحتاً ایسا کر دیا تھا تو وہ عارضی اور وقتی تھا اور حضرت عمرؓ کا یہ فعل ان کا اجتہاد تھا کتاب وسنت کے کسی قول پر عمل نہیں تھا۔ لہٰذا ان کا یہ اجتہاد صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ہو سکتا ہے لیکن بھلائی اور عافیت رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ہے نہ کہ حضرت عمرؓ کی اتباع میں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رکانہؓ نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی اس کے بعد وہ سخت نادم اور غمگین ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے تو انہوں نے جواب دیا: تین، پھر آپ نے سوال کیا، ایک ہی مجلس میں؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں، اس پر آپ نے فرمایا: یہ ایک ہی طلاق ہے، اگر تم چاہو تو انہیں لوٹا لو، تو انہوں نے رجوع کر لیا۔

(ابوداؤد، احمد)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شریعت نے متعین انداز میں طلاق کی اجازت دی ہے لہٰذا جس نے اس قانون کی مخالفت کی اس نے شریعت اور قانون الٰہی کی مخالفت کی، اور حقیقت تو یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے انتہائی سنگین حالات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور وہ بھی متعین وقت اور متعین عدد کے ساتھ نہ کہ جتنا چاہو طلاق دیتے جاؤ نیز یہ قرآن کے بیان کردہ قانورہ قانون وضابطہ کے مطابق مشروع ہے لہٰذا جو طریقہ غیر مشروع ہے وہ ممنوع بھی ہے اور ممنوع چیز باطل ہے لہٰذا ممنوع طلاق بھی باطل ہے۔ (۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ شوہر کبھی انتہائی جذبات اور غصہ میں ہو جاتا ہے اور غصہ میں آ کر غیر شعوری طور پر اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے بعد میں وہ اپنی حرکت پر انتہائی نادم وشرمندہ ہوتا ہے اور مصالحت کی کوشش بھی کرتا ہے۔ لیکن تین طلاق کو تین ماننے کی صورت میں اس کے پاس مصالحت کی کوئی صورت ہی نہیں باقی رہتی بلکہ بیوی ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر قانون الٰہی پر عمل کیا جائے اور قرآن کے متعین کردہ حدود وقوانین کی پاسداری کی جائے تو ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی طلاق ہوگی اور مصالحت کی نئی راہ نکلے گی پھر دوبارہ اپنی اپنی غلطیوں سے تائب ہو کر رشتہ ازدواجیت میں آ جائیں گے۔

(۱) الدليل الفقهى للمرأة المسلمة : 257

مطلقہ ثلاثہ اپنے پہلے شوہر کے لیے کس طرح حلال ہوسکتی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ م بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ م بِاِحْسَانٍ ط﴾(1) طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو بھلائی کے ساتھ رو کے رکھنا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے، اس میں شوہر کو رجوع کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر وہ نہیں لوٹاتا ہے بلکہ وہ مطلقہ ہو جاتی ہے تو اب عورت کے لیے جائز ہے جس سے چاہے شادی کرے شاید کہ دوسرے شوہر سے اس کی زندگی بہترین طرح سے گذر جائے۔ ﴿وَاِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ کُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ﴾(2) اور اگر دونوں جدا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی کشادگی سے بے پرواہ کر دیتا ہے''۔

ارشاد ہے: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾(3)

پھر اگر اس عورت کو (تیسری بار) طلاق دے دی ہے تو اب اس کے بعد وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے خاوند سے شادی نہ کر لے، پھر اگر (دوسرا خاوند بھی) اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ پھر باہم مل جائیں، اگر انہیں یقین ہے کہ دونوں اللہ کے احکام کو قائم رکھیں گے۔ یہ اللہ کے حدود وقوانین ہیں اس کو ایسی قوم کے لیے بیان فرماتا ہے جو جانتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ جب اس نے عورت کو تین مرتبہ طلاق دے دی اور بیونت کبریٰ واقع ہو گیا تو اب یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حرام ہو گئی۔ اب عورت کے لیے بہتر ہے کہ دوسرے شوہر سے شادی کرے تا کہ اس کی زندگی عافیت کے ساتھ گزر جائے، لیکن اگر دوسرے شوہر نے بھی کسی سبب سے اس کو طلاق دے دی یا اس کا انتقال ہو گیا تو اب ایسی صورت میں وہ اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور پہلے شوہر سے شادی رچا سکتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ﴿حتی تنکح زوجا غیرہ﴾ میں نکاح سے مراد جماع ہے نہ کہ مجرد عقد، لہٰذا دوسرے شوہر نے اس سے مروجہ حلال کی نیت سے

(1) سورۃ البقرۃ:229 (2) سورۃ النساء:130 (3) سورۃ البقرۃ:230

شادی نہ کی ہو بلکہ صحیح نیت سے شادی کی ہو تا کہ اس کے ساتھ زندگی مکمل ہو جائے۔ لیکن اگر اس سے بھی اختلافات ہو جائیں اور وہ طلاق دے دے تو پھر وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔

مجبوری کی طلاق:

میاں بھی دونوں اچھی طرح محبت کے ساتھ زندگی گذار رہے ہیں، دونوں میں کوئی نا اتفاقی بھی نہیں ہے لیکن بسا اوقات شوہر کا باپ کسی ذاتی عناد کی وجہ سے اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے وہ بھی باپ کے مجبور کرنے کی وجہ سے طلاق دے دیتا ہے تو آیا یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ طلاق نہیں واقع ہوتی ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے ''رفع عن امتی الخطا والنسیان وما استکر ھوا علیه ''(۱) اٹھالیا گیا ہے میری امت سے خطا اور بھول چوک، اور جس پر اس کو مجبور کر دیا گیا ہے۔ دوسری حدیث ہے ''لا طلاق فی اغلاق ''(۲) مجبوری میں طلاق نہیں ہے۔

❀❀❀❀

(۱) حاکم، ابن حبان (۲) ابوداود، حاکم

خلع کے احکام

خلع کی تعریف:

جس طرح اسلام نے شوہر کو طلاق کا حق دیا ہے اسی طرح بیوی کو بھی حق دیا ہے کہ اگر وہ شوہر کو ناپسند کرتی ہے تو اس سے حق زوجیت ختم کر کے چھٹکارا حاصل کر لے، بشرطیکہ شوہر کا دیا ہوا مال واپس کر دے اس کا نام اسلامی شریعت میں ''خلع'' ہے۔

خلع کا حکم:

اگر شرطیں پوری ہیں تو خلع جائز ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ آتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللهِ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾[1] ''اور تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم نے انہیں جو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو، اس لئے اگر تمہیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت چھٹکارا پانے کے لئے جو کچھ دے ڈالے اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے''۔

صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کی بیوی ''جو اپنے خاوند کے بارے میں کہہ رہی تھیں کہ میں اس کی عادت اور دین کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں کرتی ہوں، لیکن میں اسلام میں نافرمانی کو صحیح نہیں سمجھتی'' کے جواب میں فرمایا تھا: کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی؟ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا: ثابت! باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔ (بخاری، نسائی)

خلع کے جواز کے شروط:

۱۔ ناپسندیدگی کا اظہار عورت کی طرف سے ہو، اگر مرد ناپسند کرتا ہے تو معاوضہ لینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اسے صبر کرنا چاہئے اور اگر برداشت سے باہر ہے تو طلاق دے دے۔

۲۔ عورت اس وقت تک ''خلع'' کا مطالبہ نہ کرے جب تک کراہت اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ پھر وہ حقوق

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۲۹

زوجیت میں اللہ کے حدود کی پابندی نہیں کر سکے گی۔

۳۔ مرد اگر جان بوجھ کر عورت کو تنگ کر رہا ہے کہ وہ خلع پر مجبور ہو جائے تو اس سے معاوضہ لینا حرام ہے اور وہ اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہے۔

خلع کے احکام:

ا۔ بہتر یہ ہے کہ دیئے ہوئے مہر سے زیادہ وصول نہ کیا جائے جیسا کہ ثابت بن قیسؓ نے خلع کے عوض میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صرف باغ لیا تھا جو انہوں نے مہر میں دیا تھا۔

۲۔ خلع کی عدت ایک حیض ہے تا کہ استبراء رحم ثابت ہو جائے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کی بیوی کو ایک ماہواری عدت کا حکم دیا تھا۔

۳۔ خلع کرنے والا عدت کے اندر رجوع کا مالک نہیں ہے اس لئے کہ محض ''خلع'' سے عورت بائن ہوگئی ہے، البتہ اگر عورت راضی ہو جاتی ہے تو عدت کے اندر اس سے جدید نکاح کیا جا سکتا ہے۔

خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق:

آیا خلع فسخ ہے یا طلاق؟ اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے، جمہور علماء کی رائے ہے کہ خلع طلاق بائن ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیسؓ کو یہی حکم دیا تھا کہ ''تم باغ لے کر اس کو ایک طلاق دے دو''۔

محققین علماء کی رائے یہ ہے کہ خلع فسخ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب طلاق کا ذکر کیا تو فرمایا ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾ طلاق دو مرتبہ ہے۔ اس کے بعد فدیہ کا ذکر کیا، پھر فرمایا: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ اگر شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہے تو یہ عورت کے لئے حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ دوسرے آدمی سے شادی کر لے، تو اگر فدیہ کا شمار طلاق میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں چار طلاق ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ غلط ہے طلاق صرف تین ہی مرتبہ ہے اس لئے خلع فسخ ہے طلاق نہیں۔

اب جن کی رائے یہ ہے کہ خلع فسخ ہے طلاق نہیں، ان کے نزدیک اگر کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے پھر اس سے خلع کر لیا پھر خلع کے بعد اگر وہ اس عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے عورت کو دوسرے شوہر سے شادی کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ شوہر نے صرف دو ہی طلاق دی تھی اور عورت کو دوسرے شوہر سے شادی کرنے کی ضرورت تیسری طلاق کے بعد ہوتی ہے اور خلع لغو ہو جائے گا۔

اور جن کی رائے یہ ہے کہ خلع طلاق ہے ان کے نزدیک بیوی کو لوٹانا جائز نہیں ہے بلکہ جب تک وہ عورت دوسرے شوہر سے شادی نہ کر لے اور دوسرا شوہر اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دے دے اس وقت تک وہ عورت پہلے شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس نے دو طلاق دی تھی اور خلع کو شمار کر کے تین طلاق ہو گئی۔ اور تیسری طلاق کے بعد بیوی جب تک دوسرے شوہر سے شادی نہ کر لے پھر دوسرا شوہر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے یہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

❁❁❁❁

ایلاء کے احکام

ایلاء کالغوی مفہوم:

ایلاء کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔

ایلاء کا اصطلاحی مفہوم:

شوہر اگر قسم کھالے کہ میں اپنی بیوی سے اتنی مدت تک تعلق نہیں رکھوں گا تو اس کا نام ''ایلاء'' ہے۔

اور اگر شوہر نے چار مہینے سے زیادہ مدت کی قسم کھائی ہے یا غیر معین مدت کی قسم کھائی ہے تو ایسی صورت میں اس کو چار مہینہ انتظار کرنا ہوگا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ☆ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾[1] جولوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں، ان کے لئے چار مہینے کی مدت ہے پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے، اور اگر انہوں نے طلاق ہی کا عزم کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

چار مہینہ کی مدت گذر جانے کے بعد یا تو اس کو لوٹا لے یا اسے طلاق دے دے البتہ اسے چار مہینے سے زیادہ معلق رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ مدت گذر جانے کے بعد اگر اس نے لوٹا لیا ہے تو اس پر کفارہ قسم واجب ہوگا اور وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، یا اس کو کپڑے پہنانا، یا ایک گردن آزاد کرنا، اگر ان میں سے کسی کی طاقت نہیں ہے تو تین دن کا روزہ رکھے گا۔

اور اگر شوہر نہ تو اسے لوٹاتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے تو ایسی صورت میں حاکم وقت دونوں میں سے کسی ایک کے اختیار پر مجبور کرے گا۔ تاکہ عورت پر ظلم نہ ہو۔

❁❁❁❁

---

(۱) سورۃ البقرۃ: ۲۲۶......۲۲۷

لعان کے احکام

لعان کی تعریف:

مرد نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا، اس کے حمل کا انکار کر دیا اور معاملہ عدالت کے سامنے ہوا، تو شوہر سے اس کے دعویٰ پر گواہ طلب کیے جائیں گے، اگر وہ چار گواہ نہ پیش کر سکا تو مندرجہ ذیل الفاظ سے چار بار حلفیہ بیان دے گا:

''اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے، یا یہ حمل میرا نہیں ہے۔ اور پانچویں بار کہے گا اگر یہ جھوٹی ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو''، اس کے بعد اگر عورت جرم کا اقرار کر لیتی ہے تو حد نافذ کی جائے گی اور اگر انکار کرتی ہے تو اس سے بھی انہی الفاظ کے ساتھ چار مرتبہ حلفیہ بیان لیا جائے گا:

''اللہ کی قسم میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ زنا کے الزام میں جھوٹا ہے، یا حمل کا انکار کرنے میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی: اگر وہ سچا ہے تو اس پر اللہ کا غضب ہو''، اس کے بعد حاکم ان دونوں میں تفریق کرا دے گا اور پھر یہ کبھی اکٹھا نہیں رہ سکیں گے۔

اسے لعان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں کے دونوں اپنے آپ کو جھوٹا ہونے کی صورت میں مستحق لعنت قرار دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهَادَاتٍ م بِاللهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ ☆ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ☆ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م بِاللهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ☆ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ☆﴾[1]

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات کے نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور

(۱) سورۃ النور: ٦......٩

پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو"۔

رسول اللہ ﷺ نے عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا تھا، اور اسی طرح بلال بن امیہ اور اس کی بیوی کے درمیان بھی لعان ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿المتلاعنان اذا تفرقا لا یجتمعان ابدا﴾[1] دو لعان کرنے والے جب جدا ہو جائیں تو وہ کبھی اکٹھا نہیں ہو سکیں گے۔

لعان کے احکام:

۱۔ لعان کی وجہ سے شوہر سے حد قذف ساقط ہو جاتی ہے، اگر لعان نہ کرتا تو اس پر حد واجب ہو جاتی۔

۲۔ اگر عورت لعان نہ کرتی تو اس پر حد زنا واجب ہو جاتی۔ لیکن لعان کی وجہ سے حد ساقط ہو گئی۔

۳۔ لعان کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق واجب ہے۔

۴۔ لڑکا کا نسب اس شوہر سے ختم ہو جائے گا۔

۵۔ دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے لئے حرام ہو جائیں گے۔

❁❁❁❁

(۱) سنن ابوداود

عدت کے احکام

عدت کی تعریف:

شوہر سے طلاق کے بعد جتنی مدت عورت انتظار کرتی ہے اس کا نام عدت ہے۔ اس مدت میں نہ تو شادی کر سکتی ہے اور نہ ہی بناؤ سنگھار، اور نہ ہی شوہر کا گھر چھوڑے گی۔ اور نہ ہی شوہر خود اس کو گھر سے نکالے گا۔ بلکہ اس مدت میں شوہر پر اس کا نام نان ونفقہ فرض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ م بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾[1]

اے نبی (ﷺ)! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت میں (طہر میں) طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ وہ کھلم کھلا فحش کام کر بیٹھیں۔

عدت کا حکم:

عورت پر شوہر کے گھر عدت گذارنا فرض ہے بلکہ اس مدت میں اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو یہ عورت وارث ہوگی اسی طرح اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو مرد اس کا وارث ہوگا جب عدت ختم ہو جائے تو دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہو جائیں گے۔

عدت مشروع ہونے کی حکمت:

عدت مشروع ہونے میں بڑی عظیم حکمتیں پوشیدہ ہیں مثلاً:

۱۔ طلاق رجعی کی صورت میں شوہر کو اپنی بیوی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لانے کا موقع مل سکے گا۔

۲۔ اس مدت میں رحم (بچہ دانی) کے صاف اور خالی ہونے کا علم ہو جائے گا اور حمل والی ہے تو بھی علم ہو جائے گا۔ تا کہ نسب میں اختلاط نہ ہو۔

۳۔ وفات کی عدت کی صورت میں عورت اپنے شوہر کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرے گی اور اس کے خاوند

(۱) سورۃ الطلاق:۱

کے ساتھ مواسات میں شریک سمجھی جائے گی۔

عدت کی اقسام:

۱۔ وہ مطلقہ عورت جس کے ساتھ ابھی شوہر نے مجامعت نہیں کی ہے اس کی کوئی عدت نہیں بلکہ وہ طلاق ہی کے وقت مطلقہ ہوگئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾(۱) پھر تم نے انہیں مجامعت سے پہلے طلاق دے دی ہے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو گے''۔

۲۔ وہ مطلقہ عورت جس کے ساتھ شوہر نے مجامعت کی ہے اس کی عدت تین ماہواری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾(۲)

اور مطلقہ عورتیں تین ماہواری تک انتظار کریں۔

۳۔ جس عورت کو ماہواری نہیں آتی ہے بڑھاپے کی وجہ سے یا صغرسنی کی وجہ سے تو اس کی طلاق کی عدت تین ماہ ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾(۳)

تمہاری وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہوگئی ہیں اگر تمہیں شک ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں ابھی ماہواری نہیں آئی ہے۔

۴۔ جس عورت کا شوہر انتقال کر جائے اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا﴾(۴)

اور جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں) چار مہینہ دس دن تک انتظار کریں گی۔

۵۔ حمل والی مطلقہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ ارشاد باری ہے:

---

(۱) سورۃ الاحزاب:۴۹ (۲) سورۃ البقرۃ:۲۲۸

(۳) سورۃ الطلاق:۴

(۴) سورۃ البقرۃ:۲۳۴

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾[1]

اور حمل والی عورتوں کی مدت وضع حمل ہے۔

اسی طرح ایسی حاملہ عورت کی عدت جس کا شوہر وفات پا گیا ہے اس کی عدت بھی وضع حمل ہے۔

٦۔ جس عورت کا شوہر غائب ہو جائے اور اس کی زندگی اور موت کا کوئی علم نہ ہو، تو انقطاع خبر سے چار سال تک انتظار کرے، پھر چار ماہ دس دن مزید عدت شمار کرے۔

❀❀❀❀

(۱) سورۃ الطلاق: ۴

حضانت کے احکام

حضانت کی تعریف:

چھوٹے بچے کو بلوغت کی عمر کو پہنچنے تک اپنے پاس رکھنا، اس کی پرورش، دیکھ بھال کرنا، حضانت کہلاتا ہے، چھوٹے بچوں کی جسمانی نشوونما اور عقل و دین کے تحفظ کے لئے یہ بے حد ضروری ہے۔

حضانت کس پر واجب ہے:

حضانت کے حقدار پہلے اس کے ماں باپ ہیں۔ اگر وہ نہیں موجود ہیں تو اس سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں، اگر کوئی بھی نہیں ہے تو اس وقت عام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

حضانت میں کس کا حق زیادہ ہے؟

حضانت کی زیادہ حقدار اس کی ماں ہے کیونکہ اس عمر میں بچہ دوسرے شخص کی بنسبت اپنی ماں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کے بچہ کو لینا چاہتا ہے، تو آپ نے حکم دیا: ''انت حق به ما لم تنكحي'' جب تک تو نکاح نہ کرلے اس کی زیادہ حقدار ہے۔

اگر ماں موجود نہ ہو تو نانی حقدار ہے اگر وہ بھی نہیں ہے تو خالہ، اس لئے کہ نانی بھی ماں سمجھی جاتی ہے اور خالہ بھی ماں کے قائم مقام ہے اسی طرح دادی، بہن، پھوپھی بھی حضانت کی حقدار ہوسکتی ہیں۔ بشرطیکہ مذکورہ افراد نہ ہوں۔

حضانت کی مدت:

اگر بچہ ہے تو اس کی مدت بلوغت ہے اور اگر بچی ہے تو اس کی مدت حیض آنے تک ہے۔ اس کے بعد دونوں کو اختیار دیا جائے گا کہ ماں باپ میں سے جس کے پاس رہنا چاہیں رہیں اگر دونوں کے پاس رہنا چاہیں تو دونوں کے پاس رہ سکتے ہیں اور اگر بچے دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ کریں اور دونوں لینے کا مطالبہ کرتے ہوں تو ان کے مابین قرعہ اندازی کی جائے گی۔

حضانت کی اجرت:

دودھ پلانے والی عورت کی اجرت اور بچہ کا پورا خرچ اس کے باپ پر ہے البتہ اجرت لیتے وقت باپ کی مالی حالت کی رعایت ضروری ہے اتنا زیادہ نہ مانگ بیٹھے کہ باپ ادا نہ کر سکے، اور اگر نہیں لینا چاہتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن لینا اس کا حق ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَـاِنْ اَرْضَـعْـنَ لَـكُـمْ فَـآتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ اگر وہ تمہارے لئے دودھ پلاتی ہیں تو انہیں ان کی مزدوری دو۔

❀❀❀❀

نفقات کے احکام

نفقہ کی تعریف:

نفقہ اس طعام ورہائش اور لباس کو کہتے ہیں جو کسی مستحق کو دینا ضروری ہوتا ہے۔

نفقہ کن لوگوں پر اور کن لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے؟

چھ قسم کے لوگ نفقہ کے مستحق ہوتے ہیں:

۱۔ بیوی کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے جب کہ اس کی نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ لباس وطعام میں ان کے ساتھ اچھا رویہ اپناؤ۔ (ترمذی وصحہ)

۲۔ مطلقہ بائن اگر حاملہ ہے تو ایام عدت کا نفقہ اس کے شوہر پر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾[1] اگر حمل والیاں ہیں تو وضع حمل تک ان کے لئے خرچ کرو۔

۳۔ والدین کا نفقہ اولاد پر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

۴۔ چھوٹی اولاد کا خرچ اس کے باپ کے ذمہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ اور اپنی اولاد کو غذا اور لباس مہیا کرو اور ان کے لئے اچھی بات کہو۔

۵۔ خادم کا خرچ اس کے مالک پر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلام کے لئے طعام اور لباس رواج کے مطابق ہے اور اس سے اتنا کام بھی نہ لیا جائے جو وہ برداشت نہ کرے۔ (مسلم)

۶۔ جانوروں کی ذمہ داری ان کے مالکوں کے اوپر ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی اس نے اسے باندھ رکھا تھا اور وہ مرگئی، نہ اسے کھانا دیا اور نہ اسے چھوڑا ہی کہ کہیں جا کر

(۱) سورۃ الطلاق:۱

زمین کے جانوروں کو کھا کر گزارہ کرتی ہو۔

نفقہ کی واجب مقدار:

نفقہ میں غذا اتنی دی جائے کہ زندگی قائم رہ سکے اور ایسا لباس جو سردی و گرمی سے محفوظ رکھ سکے، اور ایسی رہائش جو رہنے کے لئے کافی ہو، البتہ مرد کو زیادہ کے لئے مجبور نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کی مالی حالت کی رعایت ضروری ہے۔

نفقہ کب ساقط ہوتا ہے؟

۱۔ مطلقہ رجعیہ کی عدت ختم ہو جائے تو خاوند پر نفقہ نہیں ہے اس لئے کہ عدت پوری ہونے سے وہ مرد سے جدا ہو گئی۔

۲۔ مطلقہ حاملہ کو وضع حمل ہو جائے تو نفقہ ساقط ہو جاتا ہے، البتہ اگر وہ بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو اجرت ضروری ہے۔

۳۔ ماں باپ غنی ہو جائیں یا ان کی اولاد محتاج ہو جائے اور اپنی یومیہ روزی کے قابل نہ ہوں تو ماں باپ کا خرچ ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی طاقت کے مطابق مکلف کرتا ہے۔

۴۔ لڑکا بالغ ہو جائے یا لڑکی شادی شدہ ہو جائے تو باپ پر خرچ نہیں ہے الا یہ کہ لڑکا مجبور ہو۔

❀❀❀❀

وراثت کے احکام

وراثت کا حکم:

مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت ایک دوسرے کا وارث ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا﴾[1] جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی، یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فلاولى رجل ذكر ''[2] مقررہ حصے ان کے مستحقوں کو دو اور جو باقی بچے وہ قریب ترین مرد کے لئے ہے۔

وارث خواتین:

تین قسم کی عورتیں وارث ہوتی ہیں:

۱۔ بیوی ۲۔ آزاد کرنے والی ۳۔ قرابت دار

اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ اصول: یعنی ماں، دادی، نانی

۲۔ فروع: یعنی بیٹی، پوتی، اور نیچے تک

۳۔ حاشیہ قریبہ: بہن مطلقہ حاشیہ قریبہ ہے۔

ماں کے حالات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ

(۱) سورۃ النساء (۲) بخاری ومسلم

وَوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾[1]

اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے چھٹا حصہ ہے اگر اس (میت) کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ اس کے وارث ہوتے ہوں۔ تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے ہاں اگر میت کے کئی بھائیوں ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ماں کی تین حالتیں ہیں:

۱۔ دو صورتوں میں اس کو سدس ۱/۶ ملے گا۔

(الف) اگر مرنے والے نے ایک لڑکا یا لڑکی چھوڑا ہے یا ایک پوتا یا پوتی چھوڑا ہے تو اس صورت میں ماں کو چھٹواں حصہ ملے گا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ﴾[2]

(ب) ماں کے ساتھ میت کے دو یا دو سے زیادہ حقیقی، یا پدری یا مادری بھائی، بہنیں شریک ہوں تو اس صورت میں بھی اس کو چھٹواں حصہ ملے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾[3]

۲۔ اگر میت نے کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں چھوڑا ہے اور نہ ہی اس کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہنیں ہیں تو اس صورت میں ماں کو پوری مال کا ثلث (۱/۳) ملے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾[4]

۳۔ ماں کو باقی مال کا ثلث ملے گا یعنی کل ترکہ کے ثلث (۱/۳) کی بجائے باقی کا ثلث اس کی دو صورتیں ہیں:

(الف) ایک عورت انتقال کر گئی اور اپنے پیچھے صرف خاوند، باپ اور ماں کو چھوڑ گئی تو اس کا مسئلہ چھ سے بنے گا، نصف یعنی تین خاوند کے لئے اور باقی نصف میں سے ماں کے لئے تہائی یعنی ایک ہوگا جب کہ باقی دو عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو مل جائیں گے۔

(ب) ایک شخص مر گیا اور اپنے پیچھے صرف بیوی، ماں اور باپ کو چھوڑ گیا تو اس کا مسئلہ چار سے بنے گا جس میں سے چوتھائی (۱/۴) یعنی ایک بیوی اور باقی میں سے ایک تہائی (۱/۳) ماں کے لئے اور وہ ایک ہے

(۱) سورۃ النساء:۱۱ (۲) بخاری و مسلم
(۳) سورۃ النساء:۱۱ (۴) سورۃ النساء:۱۱

اور باقی دو عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو مل جائیں گے۔

چونکہ ان دونوں صورتوں میں ماں کو کل ترکہ کا ثلث نہیں ملتا ہے بلکہ باقی کا ثلث ملتا ہے اور یہی فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اس لئے یہ دونوں مسئلے عمریہ کے نام سے مشہور ہیں۔

ان دونوں صورتوں کی دلیل یہ ہے کہ ارشاد باری ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ اگر اس کے کوئی لڑکا نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہوں تو ماں کے لئے ثلث ہے اس آیت میں ثلث سے مراد تمام مال کا ثلث نہیں ہے بلکہ جتنے کے وہ مستحق ہیں اس کا ثلث مراد ہے اگر یہ مراد نہیں ہے تو پھر ورثہ ابواہ کا کوئی مطلب ہی نہیں ہوگا، لہٰذا آیت کا مطلب بچے ہوئے مال کا ثلث ہے۔(۱)

بیٹی کے حالات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾(۲)

اور اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہے تو آدھا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچیوں کے تین حالات بیان کئے ہیں:

۱۔ بیٹی اکیلی ہو، اور ورثا میں سے اس کے ساتھ اس کا ایک یا ایک سے زیادہ بھائی بہنیں نہ ہوں تو اس صورت میں اس کو نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ اور اگر ایک ہے تو اس کو آدھا ہے۔

۲۔ اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہیں اور اس کے ساتھ اس کا کوئی دوسرا بھائی یعنی میت کا بیٹا نہیں ہے تو اس صورت میں ان بیٹیوں کے لئے دو ثلث (۲/۳) ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ﴾

۳۔ اگر بیٹی کے ساتھ اس کا بھائی بھی ہے چاہے بھائی ایک ہو یا زیادہ اسی طرح بیٹی ایک ہو یا زیادہ اس

(۱) فتاوی المرأة المسلمة: ص 205 (۲) سورۃ النساء: ۱۱

صورت میں بیٹی عصبہ بنے گی اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدہ سے حصہ پائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الاُنْثَيَيْنِ﴾

بیوی کی حالت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ، فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْنٍ﴾[1]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیوی کی دو حالت ہے:

۱۔ مرنے والے شوہر کے کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی اولاد کی اولاد ہے بلکہ بیوی تنہا ہے تو وہ ربع (۱/۴) کی مستحق ہوگی۔ اگر ایک سے زیادہ بیوی ہے تو سب اسی ربع میں شریک ہوں گی۔ اس لئے کہ آیت عام ہے۔

۲۔ جب شوہر کی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو برابر ہے کہ وہ مرد ہوں یا عورت تو اس صورت میں بیوی کو ثمن (۱/۸) ملے گا۔ اگر کئی بیویاں ہیں تو سب ثمن میں برابر شریک ہوں گی۔ یعنی اس ثمن کو آپس میں تقسیم کرلیں گی۔

جدہ یعنی نانی / دادی کے حالات:

نانی / دادی کی تین حالتیں ہیں:

۱۔ دادی / نانی کو سدس (۱/۶) ملے گا۔ اور اگر دونوں بیک وقت موجود ہوں یعنی نانی بھی اور دادی بھی تو دونوں سدس میں شریک ہوں گی اور یہ حصہ دونوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

۲۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں دادی / نانی کو کچھ حصہ نہیں ملے گا۔

۱۔ اگر دادا موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا۔

۲۔ اگر ماں موجود ہو تو دادی یا نانی کو کچھ نہیں ملے گا۔

۳۔ اگر باپ موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا۔

۳۔ نانی کی موجودگی میں نانی کی ماں کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور نہ ہی دادا کی ماں کو کچھ ملے گا۔

حقیقی بہن کے حالات:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ اُخْتٌ ،

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۲

فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ، وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾[1] وہ لوگ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اگر کوئی شخص مرجائے اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو، پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا اور اگر کئی شخص اس ناطے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔

پدری بہن کے حالات:

پدری بہن کے چھ حالات ہیں:

۱۔ اگر پدری بہن اکیلی ہے اور اس کے ساتھ میت کا بھائی، بیٹا، باپ، پوتا نہ ہو تو وہ اس صورت میں نصف یعنی آدھے حصے کی مستحق ہوگی۔

۲۔ اگر دو یا دو سے زیادہ پدری بہنیں موجود ہوں اور ان کے ساتھ میت کا باپ، یا حقیقی یا پدری بھائی موجود نہ ہو تو اس صورت میں انہیں دو ثلث (۳/۲) حصہ ملے گا۔

۳۔ اگر پدری بہن کے ساتھ پدری بھائی بھی موجود ہے تو بہن عصبہ بنے گی۔ اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدے کے مطابق حصہ دار بنے گی۔

۴۔ اگر پدری بہن کے ساتھ خواہ یہ ایک ہو یا زیادہ میت کی لڑکی، پوتی موجود ہے تو اس صورت میں لڑکی اور پوتی اپنا اپنا حصہ لے لیں گے باقی جو بچے گا وہ اس پدری بہن کو ملے گا۔

۵۔ اگر پدری بہن کے ساتھ ایک حقیقی بہن موجود ہے اور اس کے ساتھ پدری بھائی، ماں، دادا، بیٹا، یا پوتا نہ ہو تو اس صورت میں اس کو سدس (۶/۱) ملے گا۔

۶۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں اس کو کچھ نہیں ملے گا:

۱۔ بیٹا یا باپ کی موجودگی میں یہ محروم رہے گی۔ ۲۔ حقیقی بھائی کی موجودگی میں یہ محروم رہے گی۔

۳۔ اگر حقیقی بہن ہے اور اس کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی بھی ہے تو یہ محروم رہے گی۔

۴۔ اگر اس کے دو حقیقی بہنیں موجود ہیں تو یہ وارث نہیں ہوگی البتہ اگر اس کے ساتھ اس کا بھائی موجود ہو

---

(۱) سورۃ النساء: ۱۷۶

تو یہ عصبہ شمار ہوگی اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدہ کے مطابق حصہ دار بنے گی۔

حقیقی بہن کے پانچ حالات ہیں:

۱۔ اگر حقیقی بہن کے ساتھ میت کا کوئی لڑکا، پوتا، یا باپ نہ ہو بلکہ وہ تنہا ہو تو اس کو نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر دو بہنیں ہیں یا دو سے زیادہ ہیں بشرطیکہ میت کا باپ، حقیقی، بھائی، لڑکا یا پوتا نہ ہو تو اس وقت دو ثلث (۲/۳) کی مستحق ہوں گی۔

۳۔ اگر حقیقی بہن کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہے بھائی ایک ہے یا زیادہ تو اس صورت میں وہ عصبہ بنے گی اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدہ کے مطابق حصہ دار بنے گی۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ اور اگر کئی شخص اس ناطے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔

۴۔ اگر ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی بہنیں ہیں اور ان کے ساتھ بیٹی، یا پوتی بھی ہے تو اس صورت میں بیٹی اور پوتی کا حصہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے گا وہ بہن کا ہوگا۔

ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بیٹی اور پوتی، اور بہن کے بارے میں فیصلہ صادر فرمایا: تو بہن کو نصف (یعنی آدھا دیا، پوتی کو سدس یعنی چھٹواں حصہ اور باقی بہن کو)، یہ روایت ابو داؤد ترمذی میں موجود ہے۔

۵۔ اگر بہن کے ساتھ میت کا لڑکا، پوتا، یا باپ وغیرہ موجود ہوں تو بہن محروم ہوگی۔

مادری بہن کے حالات:

مادری بہن کے تین حالات ہیں:

۱۔ اگر مادری بہن اکیلی ہے اس کے ساتھ کوئی دوسری بہن یا بھائی نہ ہو اور نہ ہی میت کا باپ، دادا، بیٹا پوتا ہی موجود ہے تو اس وقت اس کو سدس (۱/۶) چھٹواں حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر دو یا دو سے زیادہ مادری بہنیں ہیں یا ان کے ساتھ مادری بھائی بھی ہو بشرطیکہ میت کا باپ، دادا، بیٹا پوتا نہ ہو تو اس صورت میں ثلث (۱/۳) ملے گا۔ یہی ثلث سب میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

۳۔ اگر مادری بہن کے ساتھ میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہے یا باپ یا دادا موجود ہے تو اس صورت میں اس کو کچھ نہیں ملے گا۔

❀❀❀❀

میاں بیوی کے حقوق

انسانی زندگی میں سب سے اہم اور قیمتی زندگی ازدواجی زندگی ہے یہ وہ زندگی ہے کہ اگر مستحکم اور پائیدار ہے تو دونوں زن وشوہر اطمینان وسکون اور فرح وانبساط کی زندگی گذاریں گے مگر سوال یہ ہے کہ دونوں کی زندگی میں یہ استحکام اور پائیداری کب آئے گی تو اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ جب دونوں آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھیں گے۔ شریعت مطہرہ نے دونوں کے ایک دوسرے پر جو حقوق متعین کئے ہیں انہیں حقوق کے دائرہ میں رہ کر کشتی حیات کو جاری وساری رکھیں گے۔ آیئے دیکھیں کہ اسلام نے دونوں کے کیا حقوق متعین کئے ہیں:

شوہر پر بیوی کے حقوق:

شوہر پر بیوی کے بہت سے حقوق ہیں جن کی ادئیگی اس پر لازم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[1] اور دستور کے مطابق عورتوں کے حقوق ہیں جس طرح ان پر حقوق ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ﴾[2] اور ان کو اسی جگہ رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، جس قدر تمہیں میسر ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لئے ان کو مت ستاؤ۔

﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾[3] خوش حال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے اور جن کو زرق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا اسے مکلف نہیں کرتا ممکن ہے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد خوشحالی پیدا کردے۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ پوری صراحت کے ساتھ اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ بیوی کا نان نفقہ، مسکن، لباس وغیرہ سب شوہر کے ذمہ ہیں، ہاں البتہ شوہر کی امیری وغریبی کی رعایت ضروری ہے، جس قدر اس کی مالی واقتصادی حالت اجازت دے گی، اسی کے مطابق وہ خرچ کرے گا، ایک شخص نے سوال کیا کہ مرد پر عورت

(۱) سورۃ البقرۃ:۲۲۸ (۲) سورۃ الطلاق:۶ (۳) سورۃ الطلاق:۷

کے کیا حقوق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو کھانا کھائے تو اسے بھی کھلائے، لباس پہنے تو اسے بھی پہنائے، اور اس کے چہرے پر نہ مارا جائے اور نہ ہی اسے بددعا دی جائے اور نہ ہی اسے اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسرے کے گھر میں چھوڑا جائے۔

اس کا صنفی حق مکمل طرح ادا کیا جائے، اگر کئی بیویاں ہیں تو ان کے درمیان عدل سے کام لیا جائے، اسی طرح نئی بیوی اگر کنواری ہے تو اس کے پاس سات دن رہے اور اگر بیوہ ہے تو تین دن، پھر سب میں برابر برابر تقسیم کرے۔ نیز اگر بیوی کا کوئی رشتہ دار بیمار ہے تو اسے بیمار پرستی کی اجازت دی جائے۔

شوہر کے حقوق بیوی پر:

۱۔ نیک کام میں بیوی شوہر کی بات مانے البتہ اگر شوہر اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو ایسی صورت میں اس کی بات نہیں ماننا چاہیے۔ کیونکہ اللہ کی نافرمانی میں شوہر کی اطاعت نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح روایت ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

۲۔ اگر شوہر اسے ہمبستری کے لئے بلائے تو فوراً اس کے پاس جائے ورنہ وہ زبردست عتاب کی مستحق ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جب شوہر اپنی بیوی کو ہمبستری کے لیے بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے اور شوہر ناراض ہو کر رات گذارے تو فرشتے صبح تک ایسی عورت پر لعنت بھیجتے ہیں''۔ (متفق علیہ)

۳۔ اگر شوہر موجود ہے تو بغیر اس کی اجازت کے نفلی روزے بھی نہ رکھے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے نفلی روزہ نہ رکھے البتہ رمضان کے روزے رکھے گی۔ (کیونکہ یہ فرض ہے)۔ (رواہ الخمسۃ الا النسائی)

۴۔ شوہر کے مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر نے اس کے پاس جو مال بطور امانت رکھا ہے اس کی وہ پوری حفاظت کرے اس میں کسی قسم کی خیانت نہ ہونے دے۔ البتہ اگر وہ صدقہ کرنا چاہتی ہے تو کرسکتی ہے اس میں شوہر کی اجازت ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بے جا تصرف نہیں ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: کہ اگر بیوی اپنے شوہر کے مال میں سے اتنا صدقہ کرے جو شوہر کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو تو عورت کو اس کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا کیونکہ یہ مال اسی نے کمایا ہے۔ (رواہ الجماعۃ)

۵۔شوہر کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، کیونکہ شوہر سے محبت کا تقاضہ یہی ہے کہ شوہر جس بات کو ناپسند کرتا ہے وہ بھی ناپسند کرے اور جس بات کو پسند کرتا ہے اسے وہ بھی پسند کرے۔

۶۔گھر کی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دے تا کہ کسی کو شکوہ کا موقع نہ ملے۔

جماع کے آداب:

جماع کے بہت سے آداب ہیں یہاں مختصراً عرض ہے:

۱۔بیوی سے اس انداز سے کھیل کود کرے کہ وہ جماع پر آمادہ ہو جائے۔

۲۔جماع کے وقت یہ دعا پڑھے: ''اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا ''[1] اے اللہ تو ہم کو شیطان سے دور رکھ اور جو کچھ تو ہمیں عطا کر اس کو بھی شیطان سے دور رکھ۔

۳۔حیض ونفاس کے دنوں میں مجامعت حرام ہے۔البتہ قبل کے علاوہ دوسری جگہ کھیل کود سکتا ہے۔

۴۔دبر میں جماع کرنا حرام ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

۵۔عورت کی خواہش پوری کرنے سے پہلے الگ نہ ہو اس سے عورت کو تکلیف ہوگی۔

۶۔حمل سے بچنے کے لئے عزل نہ کرے، ہاں شدید ضرورت کے وقت عورت کی اجازت سے ایسا کرسکتا ہے۔

۸۔حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے ساتھ سونا جائز ہے۔

❀❀❀❀

(۱) صحیح بخاری

حدود کا بیان

حدود کی تعریف:

یہ وہ سزائیں ہیں جو شریعت کی جانب سے ہر اس شخص پر متعین کی گئی ہیں جو کسی کی عزت و آبرو پر حملہ کرتا ہے یا جائداد اور نفس پر حملہ کرتا ہے، جیسے تہمت، زنا، چوری، شراب پینا وغیرہ، ان کی سزائیں۔

حد قذف (تہمت کی حد):

قذف کی تعریف: یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ، إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[1] اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں ایسے لوگوں کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ اس لیے کہ یہ لوگ بدکار ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور نیکی اختیار کریں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حد قذف کی مقدار:

اس کی مقدار اسّی (۸۰) کوڑے مارنا ہے جیسا کہ اوپر آیت میں گذر چکا ہے۔

حد قذف کے شرائط:

کسی پر حد قذف نافذ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل شرطوں کا لحاظ ضروری ہے:

۱۔ قذف کرنے والا مسلمان عاقل بالغ ہو۔

۲۔ جس پر الزام لگا ہے وہ پاکدامن ہو لوگوں میں اس کی گندی شہرت نہ ہو۔

۳۔ الزام لگانے والا چار گواہ پیش نہ کر سکے۔

زنا کا حکم:

کفر و شرک اور قتل کے بعد یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

---

(۱) سورۃ النور: ۴

زنا کی حد:

زانی مرداور زانیہ عورت اگر غیر شادی شدہ ہے تو انہیں سو سو کوڑے مارے جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً﴾[1]

زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو سو کوڑے مارو۔

اگر زانی مرد یا زانیہ عورت شادی شدہ ہیں تو انہیں سنگسار کیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غامدیہ عورت کو اور ماعز کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح یہودی مرد اور عورت کو بھی رجم کا حکم دیا تھا۔

زانی پر حد قائم کرنے کے شرائط:

ا۔ زانی مسلمان عاقل و بالغ ہو اور یہ جرم اس نے اپنی مرضی سے کیا ہے کسی جبر و اکراہ کی بنا پر نہیں۔

۲۔ زنا کا جرم قطعی طور پر ثابت ہو۔ یا اس نے خود جرم کا اعتراف کیا ہو۔ یا چار عادل گواہ گواہی دیں۔

حد قائم کرنے کا طریقہ:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ زمین میں گڑھا کھودا جائے اور زانی کو اس میں کھڑا کیا جائے اور سینے تک اسے دبا دیا جائے اور پھر پتھر مارے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ یہ کارروائی مسلمانوں کی جماعت کے سامنے کی جائے۔ اس میں مرد و عورت کا حکم برابر ہے البتہ عورت کے کپڑے باندھ دیئے جائیں تاکہ وہ ننگی نہ ہو سکے۔

چوری کی حد:

چوری بھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْآ اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾[2] ”چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے کام کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے“۔

ہاتھ کاٹنے کی شرطیں:

ا۔ چور مکلف اور عاقل و بالغ ہو۔

(۱) سورۃ النور:۲ (۲) سورۃ المائدۃ:۳۸

۲۔ چوری کرنے والا مسروقہ مال کے مالک کا والد، بیٹا، خاوند، بیوی نہ ہو اس لئے کہ ان سب کا اس میں حق ہے۔

۳۔ قیمت میں ربع دینار کے برابر ہو۔

۴۔ مسروقہ مال میں چور کی ملکیت کا شبہ نہ ہو۔

۵۔ مسروقہ مال محفوظ جگہ میں ہو اور قیمتی چیز ہو۔

چوری کس طرح ثابت ہو:

چور چوری کا خود اعتراف کرے کہ اس نے چوری کی ہے یا دو عادل گواہ گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے، شبہات کی بنیاد پر حد نہیں قائم کی جائے گی۔

البتہ اگر مال کسی غیر محفوظ جگہ رکھا ہے یا اس کی قیمت چوتھائی دینار سے کم ہے تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اس طرح اگر کہیں کھیت وغیرہ میں پھل کھالیا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

❀❀❀❀

عورت اور جہاد

جہاد کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(1)

تمہارے اوپر جہاد فرض کیا گیا ہے تو گو تمہیں دشوار معلوم ہو ممکن ہے کسی چیز کو تم ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لئے بری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔

نماز کے بعد سب سے بہترین عمل جہاد ہی ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب اور پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔ سوال کیا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ماں باپ کی اطاعت وفرمانبرداری۔ سوال کیا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (فتح الباری بشرح البخاری) جہاد ۲ھ میں فرض ہوا۔

جہاد کے شروط:

جہاد کے لئے مندرجہ ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے:

مسلمان ہونا، عاقل وبالغ ہونا، آزاد ہونا، مذکر یعنی مرد ہونا، صحت وتندرست ہونا، مصارف کا ہونا، چونکہ جہاد کے لئے مرد ہونا ضروری ہے اس لئے عورتوں پر علی الاطلاق جہاد فرض نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں ہے یعنی حج وعمرہ ہے۔ (فتح الباری)

روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا تم عورتوں کا جہاد حج ہے۔ (بخاری)

(1) سورۃ البقرۃ:۲۱۶

جہاد کا حکم:

جہاد فرض کفایہ ہے اگر بعض افراد نے اس فریضہ کو انجام دے دیا اور باقی لوگ نہیں گئے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(المغنی لابن قدامہ)

لیکن اگر دشمن کلی طور پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو اس وقت ہر مسلمان مرد و عورت، بچہ بوڑھا جوان سب پر یہ فرض عین ہو جاتا ہے اس وقت اس میں شریک ہونے کے لئے نہ تو عورت کے لئے شوہر کی اجازت شرط ہے اور نہ ہی بیٹا اپنے باپ سے اجازت لے گا، بلکہ ہر ایک کی ذمہ داری ہے اور ہر ایک اپنی ذمہ داری کو نبھائے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ﴾[1] اے ایمان والو!تم قتال کرو ان کفار سے جو تمہارے قریب ہیں۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عورتیں جہاد میں شریک ہوتی تھیں۔وہ مجاہدین کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں، ان کی مختلف انداز سے خدمت کرتیں، جیسا کہ روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے موقع پر دیکھا کہ حضرت عائشہ اور ام سلیم رضی اللہ عنہما دونوں آستین چڑھائے ہوئے ہیں اور دونوں اپنی اپنی پیٹھ پر پانی کا گھڑا رکھ کر مجاہدین کو پانی پلاتی ہیں۔اور واپس آجاتی ہیں پھر دوبارہ پانی بھر کر لے جاتی ہیں اور قوم کو سیراب کرتی ہیں۔(بخاری)

مسلم کی روایت میں ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا ان کے ساتھ ایک خنجر تھا نبی کریم ﷺ نے اس خنجر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کے پیٹ کو اسی سے پھاڑ دوں گی۔(مسلم)

اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں جہاد میں شریک ہو سکتی ہیں مگر چونکہ اس وقت جنگ کا طریقہ بدل چکا ہے۔اسلحہ بدل چکے ہیں۔اس لئے ایسے موقعوں پر عورتوں کو وہ طریقہ کار اپنانا چاہئے جو ان کی عفت و عصمت کی حفاظت کر سکے۔

کیا عورت قاضی بن سکتی ہے

عورت کے قاضی بننے کا مسئلہ قدیم فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے۔قبل اس کے کہ ہم علماء کے نظریات

(۱) سورۃ التوبۃ:۱۲۳

معلوم کریں آیئے دیکھیں کہ علماء اصول نے قضاء کے لئے کیا شروط متعین کئے ہیں اگر وہ شروط عورت میں پائے جاتے ہیں تو یقیناً عورت قاضی بن سکتی ہے اور اگر وہ شروط نہیں پائے جاتے ہیں تو پھر وہ قاضی نہیں بن سکتی ہے۔

قضاء کے شروط:

علماء نے قضا کے دس شروط متعین کئے ہیں:

اسلام، حریت، ذکور، تکلیف، عدالت، بصر، سمع، نطق، کتابت، اور احکام شرعیہ کا مکمل علم، مذکورہ بالا شروط میں قاضی کا مذکر یعنی مرد ہونا شرط ہے اور اگر مذکر نہیں ہے تو وہ قاضی نہیں بن سکتا اس لئے عورت قاضی نہیں بن سکتی۔

سید سابق کہتے ہیں:

"وقد اشترط الفقهاء فى القاضى ايبلغ درجة الاجتهاد، فيكون عالما بآيات الاحكام، واحاديثها، عالما بأحوال السلف وما أجمعوا عليه، وما اختلفوا فيه وعالما باللغة وعالما بالقياس، وأن يكون مكلفا ذكرا عدلا سميعا بصيرا ناطقا"[1]

فقہاء نے قاضی کے لئے یہ شرط متعین کی ہے کہ وہ اجتہاد کے درجہ کو پہنچا ہو، احکام کے متعلق آیات واحادیث کا اچھی طرح ادراک رکھتا ہو، سلف کے اقوال کا عالم ہو، نیز ان کے اجماعی مسائل واختلافی مسائل کا علم ہو، زبان کا ماہر ہو اس کے بعد کہتے ہیں:

"فلا يصلح قضاء المقلد والكافر ولا الصغير ولا المجنون ولا الفاسق، ولا المرأة الحديث ابى بكرة : لن يفلح قوم ولوا أمرهم امراة"۔[2]

لہٰذا مذکورہ شروط کی بنیاد پر مقلد، کافر، صغیر، مجنون، فاسق اور عورت کو قاضی بنانا صحیح نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ حدیث ہے کہ وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنے معاملات کا مالک کسی عورت کو بنایا۔

ڈاکٹر کمال محمد عیسیٰ کہتے ہیں:

"واما الذكورة : فلأن القضاء يحتاج بكمال الرائى وتمام العقل والفطنة وقدنبه الله تعالىٰ إلى ضلال المرأة ونسيانها فقال : أن تضل إحدهما فتذكر إحدهما الاخرى ؛ ولأن

(۱) ادب القضاء لابن ابی الدم: ص 271

(۲) فقہ السنۃ: ۳/۳۹۶

مجلس القضاء يحضره الخصوم والرجال وتضطر الى الملحادثة والمخالطة وربما كان في ذالك فتنة ، ولانه لقوامة للرجل في الاسرة فاولى ثبوتها في القضاء : قال الله تعالىٰ: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ثُمَّ فعل الرسول وخلفائه اكبر شاهد ودليل''۔[1]

''مرد کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ قضاء کے لیے کمال رائے اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے والی پختہ عقل کی ضرورت ہے اور اللہ نے تنبیہ کی ہے کہ عورت کے اندر نسیان کا مادہ زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: اگر ایک بھول جائے تو اس کو دوسری عورت یاد دلائے۔ اور اس لیے کہ عدالت میں صاحب معاملہ کے علاوہ مختلف قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں عورت بحث ومباحثہ کے لیے مجبور ہو جائے گی اور یہ بسا اوقات فتنہ کا سبب بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس لیے کہ قوامیت آدمی کو حاصل ہے لہٰذا قضاء میں بدرجہ اولیٰ آدمی کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد ہے: آدمی عورتوں پر قوام ہیں پھر رسول اللہ ﷺ کا عمل خلفاء راشدین کا عمل سب سے بڑی دلیل اور حجت ہے۔

قاضی شہاب الدین ابن ابی الام نے کہا:

''الذكورة شرط من الشرائط التي يجب ان تعتد به في صفات القاضي''[2] قاضی کے لیے مرد کا ہونا شروط ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: ''ونص على ان المرأة ليست من اهل القضاء واذا وليت القضاء لم تنعقد ولايتها ولا احكامها.''[3]

نصوص سے یہ بات متعین ہو چکی ہے کہ عورت کو قضاء کا حق نہیں حاصل ہے اور اگر وہ قاضی بنا دی جائے تو اس کا حکم نہیں منعقد ہوگا اور نہ اس کی ولایت ہی صحیح ہو گی۔

قرآن وسنت کی نصوص کی بنیاد پر محققین اور جمہور علماء کرام کی رائے ہے کہ عورت قاضی نہیں بن سکتی ہے ثبوت کے طور پر مزید دلائل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ارشاد باری ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾[4] آدمی عورتوں کے قوام ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کو قوام بنایا ہے ظاہر بات ہے کہ جو صلاحیت مرد کے اندر

(۱) قضيه وقضائه في رحاب الإسلام : ص82
(۲) ادب القضاء :198
(۳) ادب القضاء :198
(۴) سورۃ النساء:۳۴

ہے اگر وہی صلاحیت عورت کے اندر ہوتی تو مرد کو یہ فضیلت نہ حاصل ہوتی۔ لہٰذا اگر عورت کو قاضی بنا دیا جائے تو یہ بھی ایک قوام ہے جو نص قرآنی کے خلاف ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

رہی حدیث تو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''لن يفلح قوم ولو امرهم امراة''(۱)

وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنے معاملات کا حاکم کسی عورت کو بنایا۔

اس روایت میں صراحتاً عورت کو قاضی بنانے کی نفی موجود ہے، اور اگر یہ مسئلہ صحیح ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس کی مثال ضرور ملتی حالانکہ اس طرح کی کوئی مثال نہ آپ کے زمانہ میں اور نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں موجود ہے لہٰذا آپ کا عمل ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

ماوردی کہتے ہیں:

''لأن الأنوثة تنقص عن كمال الولايات وقبول الشهادات''۔(۲)

اس لیے کہ عورت قبول شہادات اور کمال ولایات میں ناقص ہے۔

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں:

''لأن القاضي يحضر محافل الخصوم والرجال، ويحتاج فيه الى كمال الرائي، وتمام العقل والفطنة، والمرأة ناقصة العقل، قليلة الرائي، ليست اهلا للحضور في محافل الرجال ولا تقبل شهادتها، ولو كان معها الف امراة مثلها ما لم يكن معهن رجل وقد نبه الله تعالى على ضلالهن ونسيانهن، بقوله: ان تضل إحداهما فتذكر إحداهما الاخرى، ولا تصلح لإمامة العظمى، ولا لتولية البلدان، ولهذا لم يول النبي ﷺ ولا احد من خلفائه ولا من بعدهم امراة قضاء، ولا ولاية بلد فيما بلغناء، ولو جاز ذالک لم يخل منه جميع الزمان غالباً''۔(۳)

(۱) صحیح بخاری

(۲) الاحكام السلطانية للماوردی: ص65 اور الاحكام السلطانية لابی يعلى ص:44

(۳) المغنی: ۹/ ۳۹، ۴۰ اور ادب القضاء:200

چونکہ قاضی خصومات اور آدمیوں کی مجلسوں میں جاتا ہے اور وہاں پختہ رائے، اور پختہ عقل وفراست کی ضرورت ہوتی ہے، اور عورت ناقص العقل ہے رائے میں کمزور ہے، آدمیوں کی محفلوں میں حاضری دینے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اور بغیر آدمی کے تنہا عورت کی گواہی بھی نہیں مقبول ہے چاہے ساتھ میں ہزار عورتیں ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ ان کے اندر نسیان کا مادہ پایا جاتا ہے ''اگر ان میں سے کوئی ایک بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلائے''۔ اور یہ امامت عظمیٰ کے قابل بھی نہیں ہے۔ اور نہ کسی شہر کا حاکم بن سکتی ہے، اسی لیے نہ تو نبی کریم ﷺ نے اور نہ ہی آپ کے خلفاء میں سے کسی نے اور نہ ہی صحابہ کرام میں سے کسی نے عورت کو قاضی بنایا، اور نہ ہی کسی عورت کو کسی شہر کی ولایت سونپی، اور اگر یہ جائز ہوتا تو اس کی مثال کسی زمانے میں ضرور پائی جاتی۔

کچھ لوگ ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ عورت قاضی بن سکتی ہے مگر ان کے پاس ٹھوس دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ان کا کوئی اعتبار ہے۔ صحیح رائے جمہور کی ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت مفتی بن سکتی ہے تو قاضی بھی بن سکتی ہے اور حدیث ''**لن یفلح** ......'' کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حدیث ولایت عظمیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسے ملک کا خلیفہ، بادشاہ، وزیر اعظم وغیرہ۔

تیسرے مذہب کی دلیل:

اس مذہب کی دلیل بھی وہی ہے جو دوسرے مذہب کی ہے فرق یہ ہے کہ یہ لوگ حدود اور قصاص کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضاء کا مسئلہ شہادت کی مانند ہے چونکہ عورت کی شہادت حدود اور قصاص میں صحیح نہیں ہے اس لیے ان مسائل میں وہ قاضی بھی نہیں بن سکتی ہے۔

بہرحال دلائل کی بنیاد پر جمہور علماء کی رائے زیادہ صحیح ہے کیونکہ عورت کی طبیعت اور اس کی فطرت اس کے منافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

❊❊❊❊

عورت کی زیب وزینت کے احکام

زینت کا مفہوم:

زینت بہت عام لفظ ہے اور ہر کوئی مرد وعورت اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ صفات ہیں جو عورت کو خوبصورت بنا دیں اس طرح کہ وہ اسے دیکھنے سے بھلی اور خوبصورت معلوم ہو۔ اور دلوں میں جگہ بنالے، زینت کا تعلق باطن سے بھی ہے اور ظاہر سے بھی۔

باطنی زینت:

باطنی زینت یہ ہے کہ عورت مومنہ ہو کیونکہ ایمان بذات خود ایک زینت ہے جو تمام اقسام زینت پر حاوی ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِي قُلُوْبِكُمْ﴾ (۱) لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایمان کو پسند فرمایا ہے اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔ اسی طرح وہ صوم وصلوٰۃ کی پابند ہو اعلیٰ سیرت وکردار کا مالک ہو، فسق وفجور سے دور ہو، بغیر ضرورت گھر سے نہ نکلتی ہو، اور ہر ان برے اخلاق وکردار سے اجتناب کرتی ہو جو اللہ کے نزدیک محبوب نہ ہوں، حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ کونسی عورت سب سے اچھی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: سب سے بہترین وہ عورت ہے جو عیب جوئی نہ کرتی ہو اور نہ ہی بری باتوں کو جانتی ہو، مردوں کے مکر وفریب میں نہ آتی ہو، اس کا بناؤ سنگھار صرف اس کے شوہر کے لیے ہو، اور اپنے اہل وعیال کی عزت وشرافت کو باقی رکھنے والی ہو۔ (۲)

ایک عرب خاتون اپنی بیٹی کو کیا ہی بہترین نصیحت کرتی ہے کہتی ہے: اے بیٹی تو اس گھر کو چھوڑ کر ایسے گھر کو آباد کرنے جا رہی ہے جس کو تو کبھی نہیں جانتی تھی، اور ایک ایسے رفیق حیات کے پاس جا رہی ہے جس سے تو کبھی مانوس نہیں تھی۔ لہٰذا تم اس کے لیے لونڈی بن جانا وہ تمہارے لیے غلام بن جائے گا۔ اور مندرجہ ذیل خصلتوں کو ذہن نشین کر لینا:

۱۔ قناعت کو لازم پکڑنا، اور شوہر کی اطاعت فرمانبرداری کرنا۔

---

(۱) سورۃ الحجرات: ۷ (۲) اللباس والزینة فی الشریعة الاسلامیه: ص440

۲۔اس کی عزت وغیرت کا ہمیشہ خیال رکھنا کوئی ایسی غلط حرکت نہ سرزد ہو جائے جس سے اس کی شرافت پر آنچ آئے۔

۳۔اس کے کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات کا خیال رکھنا۔

۴۔اس کے مال کی حفاظت کرنا، اور بچوں کی اچھی تربیت کرنا۔

۵۔اس کی نافرمانی سے باز آنا اس کی راز و نیاز کی باتیں کبھی فاش نہ کرنا، کیونکہ اس سے اس کا غیظ وغضب بھڑک سکتا ہے۔ ہمیشہ اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا۔ اس میں تمہاری بھلائی اور عافیت ہے۔

یہ وہ پاکیزہ اور بلند نصیحت ہے جس پر عمل کرنا ہر لڑکی کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ ایک صالح عورت بن کر بہترین زندگی گزار سکے۔

ظاہری زینت:

ظاہری زینت سے مراد عورت کا چہرہ اس کا رنگ وروپ، قد وقامت، زلفیں، ناک ونقشہ، نسوانی آواز، زیورات، قسم قسم کے لباس، بناؤ سنگھار، میک اپ وغیرہ ہے۔

یہ ظاہری زینت عورت گھر کے اندر اگر اپنے شوہر کے لیے کرتی ہے تو جائز ہے اور اگر بناؤ سنگھار کر کے باہر نکلتی ہے تو یہ ناجائز ہے۔

چہرہ کا میک اپ:

چہرہ کا میک اپ ہو یا ہونٹوں کی سرخی یہ عمل اگر اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے گھر کے اندر ہے تو جائز ہے۔ لیکن یہی عمل اگر گھر سے باہر جانے کے لیے استعمال کرتی ہے تو حرام ہے جیسے آجکل رواج عام ہے کہ عورتیں بازاروں میں بہترین بناؤ سنگھار، بھڑکیلے لباس، لالی، اور پوڈر وغیرہ استعمال کر کے نکلتی ہیں اور غیروں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے ارشاد باری: غیر متبرجات بزینة [1] وہ زینت کو ظاہر کرنے والی نہیں ہیں۔ سے مراد اظہار زینت کو لیا ہے [2] اور یہ جاہلانہ حرکت ہے جو جائز نہیں ہے۔ حالانکہ مسلسل میک اپ کرنے سے چہرے کی رونق اس کا طبعی جمال ختم ہو جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی دانے نکلنے لگتے ہیں جس سے چہرہ کا حسن پھیکا پڑ جاتا ہے، اس لیے بناؤ سنگھار کرنے والی عورتوں کو اس پہلو پر بھی غور وفکر کر کے بناؤ سنگھار کرنے چاہیے۔

---

(۱) سورۃ النور: ۱۳
(۲) لسان العرب: ۲/ ۲۱۱، ۲۱۲

بالوں کا اسپرے:

بہت سی عورتیں اور نو جوان لڑکیاں بالوں میں اسپرے استعمال کرتی ہیں تا کہ بال اپنی جگہ برقرار رہے، حالانکہ یہی اسپرے بذات خود بالوں کے ٹوٹنے اور گرنے کا سبب بن جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات پلکوں پر اس کا اثر پڑتا ہے، یہ بات متعین ہے عورت کے زلف کا اس کے حسن و جمال میں بہت بڑا دخل ہے اگر کسی عورت کے بال لمبے اور گھنیرے نہ ہوں تو وہ بڑی خفت محسوس کرتی ہے بلکہ بسا اوقات لمبی زلف ظاہر کرنے کے لیے مصنوعی بالوں کا سہارا لیتی ہے، مگر اسپرے استعمال کرنے والی عورتیں اپنے بال چھوٹے رکھتی ہیں تا کہ جس انداز سے وہ چاہیں بالوں کو موڑ سکیں۔ لہٰذا اس کے استعمال سے اگر بال پر برا اثر پڑتا ہے تو صحیح نہیں ہے اسلام نے بناؤ سنگھار کو جائز قرار دیا ہے لیکن اگر کسی چیز کے استعمال سے نقصان پہنچے تو یہ جائز نہیں ہے۔

خوشبو لگا کر باہر نکلنے کا حکم:

خوشبو لگانا عورت کے لیے جائز ہے شرط یہ ہے کہ گھر میں ہو اپنے شوہر کے لیے ہو لیکن یہی خوشبو لگا کر وہ باہر نکلتی ہے تو یہ حرام ہے اور ایسی عورت کو شریعت میں زانیہ کہا گیا ہے روایت ہے:

''کل عین زانیه والمراة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فهی کذا و کذا یعنی زانیه''(۱) ہر آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی ہے یعنی زانیہ ہے۔

سونے، چاندی کے زیورات کا حکم:

سونا، چاندی کے زیورات کا استعمال عورتوں کے لیے جائز ہے شرط یہ ہے کہ اس سے فخر و مباہات نہ مقصود ہو، کیونکہ فخر و مباہات صحیح نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''حرم لباس الحریر والذهب علی ذکور امتی واحل لاناثهم''(۲) سونا اور ریشم کے لباس میری امت کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور مردوں پر حرام ہے۔

اسی طرح عورتیں عام طور سے پاؤں میں مختلف قسم کے زیورات پہنا کرتی ہیں بعض زیور تو اس طرح ہوتا ہے کہ جب عورت اس کو پہن کر چلتی ہے تو اس میں آواز پیدا ہوتی ہے جیسے گھونگھرو، پازیب وغیرہ، اس طرح کے زیورات بالکل ممنوع ہیں اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اگر اسے صرف گھر میں پہنتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے............اور بعض زیور خود تو نہیں بجتے ہیں بلکہ دوسرے زیور سے ٹکرا کر آواز دیتے ہیں جیسے

(۱) سنن الترمذی (۲) سنن الترمذی

چھڑا اور کڑا وغیرہ اس طرح کے زیورات کا اگرچہ پہننا جائز ہے مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چلنے میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آواز نہ پیدا کریں۔ پھر ان کو پہننے اور پہن کر چلنے میں یہ بھی خیال رہے کہ ان کی چمک دمک دوسروں کی نگاہوں کو خیرہ نہ کر رہی ہوں، کیونکہ آواز ہو یا چمک دمک بسا اوقات فتنہ کا سبب بن جاتی ہے۔

مہندی لگانا:

عورت کے لیے اپنے ہاتھ میں مہندی لگانا جائز ہے بلکہ مستحب ہے حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ہند بنت عتبہؓ کہتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ مجھ سے بیعت کیجیے، تو آپ نے فرمایا:

''لا ابایعک حتی تغیری کفیک کأنھا کفا سبع''۔(۱) میں تجھ سے بیعت نہیں کروں گا جب تک تو اپنے دونوں ہتھیلیوں کو بدلے گی نہیں (یعنی مہندی نہیں لگائے گی) تمہاری دونوں ہتھیلیاں (بغیر مہندی کے) گویا کہ درندے کے ہاتھ ہیں۔

اسی طرح ایک دوسری روات میں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پردہ کے پیچھے سے ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کو ایک کتاب دینی چاہی آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا:

''ما ادری اید رجل أم ید امرأۃ'' مجھے نہیں معلوم ہے کہ یہ آدمی کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں بلکہ یہ عورت کا ہاتھ ہے تو آپ نے فرمایا:

''لو کنت امرأۃ لغیرت أظفارک''(۲) اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو رنگ لیتی، یعنی مہندی استعمال کر لیتی اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے مہندی لگانا بہتر ہے۔

سر کے بال منڈانا:

شریعت کا کلی حکم ہے کہ عورت کے لیے مرد کی مشابہت کسی بھی صورت جائز نہیں ہے اور نہ ہی مرد کے لیے عورت کی مشابہت جائز ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے کہ عورت اپنے سر کے بال کو منڈوائے، اس کے برعکس عورت کا بال اللہ کی عظیم نعمت ہے۔ بلکہ یہ عورت کے حسن و جمال میں شمار ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت اور اس کو اچھے انداز سے سنوارنا واجب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''من کان لہ شعر فلیکرمہ''(۳)

جس کے پاس بال ہو تو اس کو چاہیے کہ اس کو اچھے انداز سے رکھے۔ اور عورت کے لیے اچھے انداز سے

(۱) سنن ابوداود (۲) سنن ابوداود (۳) سنن ابوداود

رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو منڈائے نہیں۔

مصنوعی بال کا استعمال:

آج کل عورتوں میں مصنوعی بال کا استعمال عام ہو گیا ہے، آیئے دیکھیں اس کا حکم کیا ہے؟ اس سلسلے میں علماء کرام کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

اگر مصنوعی بال طبعی بال سے بنا ہوا ہے تو اس کا استعمال کرنا حرام ہے۔ کیونکہ اس میں دھوکہ پایا جاتا ہے اور اگر طبعی بال سے نہیں بنا ہے بلکہ مصنوعی بال سے بنا ہے تو اگر اسے دیکھنے سے یہ طبعی بال نہیں محسوس ہوتا ہے تو اس کا استعمال صرف شوہر کے لیے جائز ہے، اور دیکھنے سے بال محسوس ہوتا ہے تو یہ حرام ہے کیونکہ اس میں دھوکہ پایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة''[1] اللہ تعالیٰ بال جوڑنے والی اور بال جوڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے اس طرح گدنا گودنے والی اور گودنا گدوانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاریہ لونڈی نے شادی کی، بعد میں وہ بیمار ہو گئی اور بیماری سے اس کا بال گرنے لگا، لوگوں نے اس کو جوڑنا چاہا تو اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے مسئلہ دریافت فرمایا گیا تو آپ نے فرمایا:

''لعن الله الواصلة والمستوصلة''[2] اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس عورت پر جو بال جوڑتی ہے اور جو بال جوڑواتی ہے۔

اس کے علاوہ مزید بہت سی احادیث صحیحہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی حرکت حرام ہے ان احادیث کی بنیاد پر فقہاء کرام کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

شوافع کا نظریہ ہے کہ طبعی بال کا جوڑنا مطلقاً حرام ہے، لیکن اس کے برعکس مصنوعی بال کا جوڑنا یا آدمی کے علاوہ کسی دوسرے جانور وغیرہ کا بال جوڑنا دو حال سے خالی نہیں ہوگا۔

(۱) پہلا یہ کہ اگر جڑا ہوا بال ناپاک ہے تو اس کا استعمال حرام ہے کیونکہ ناپاک شیء کا استعمال نماز میں اور نماز کے باہر دونوں حرام ہے۔

---

(۱) متفق علیہ (۲) صحیح بخاری

(۲) دوسرا یہ کہ اگر جوڑا ہوا بال پاک ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ جو عورت جڑوا رہی ہے وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ، اگر غیر شادی شدہ ہے تو حرام ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

۱۔ شوہر کی اجازت سے جائز ہے۔

۲۔ مطلق حرام ہے چاہے شوہر کی اجازت ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ مطلق جائز ہے شوہر کی اجازت شرط نہیں ہے۔

لیکن شوافع پہلے قول کو راجح قرار دیتے ہیں۔ البتہ احناف کہتے ہیں: کہ اگر عورت آدمی کے بال سے اپنا بال جوڑتی ہے تو یہ حرام ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ ہے اور اگر مصنوعی بال ہے یا غیر آدمی کا بال ہے تو جائز ہے۔

اور حنابلہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ بال کا جوڑنا مطلقاً حرام ہے چاہے مصنوعی بال ہو یا آدمی کا بال ہو اس مسئلہ میں راجح قول حنابلہ اور مالکیہ ہی کا ہے کہ بال کا جوڑنا مطلقاً حرام ہے خواہ وہ بال مصنوعی ہی کیوں نہ ہو، (۱) کیونکہ اس میں مشابہت غیر مسلم عورتوں کی ہے اور یہ انہی کی ایجاد بھی ہے۔

سرمہ لگانا:

عورت کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے شرط یہ ہے کہ اجنبی آدمی کے سامنے اس کو ظاہر نہ کرے، اللہ کے نبی ﷺ ایسی عورتوں کو دیکھنا ناپسند فرماتے تھے جو مہندی وغیرہ نہ استعمال کرے اور نہ ہی آنکھوں میں سرمہ لگائے۔

بالوں میں کنگھی کرنا:

بالوں میں کنگھی کرنا، اس کو سنوارنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''من كان له شعر فليكرمه''(۲)

جو بال رکھے تو اسے اس کو سنوارنا چاہیے۔

ناخونی (Nail Polish) استعمال کرنا:

ناخونی ایک ایسا گاڑھا مادہ ہے کہ اس کو ناخن پر لگانے کے بعد وضو کرتے وقت یا غسل جنابت کرتے وقت پانی ناخن تک نہیں پہنچتا ہے لہٰذا اس کا استعمال صحیح نہیں ہے البتہ اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ناخن تک پانی پہنچنے سے نہ روکے تو اس کا استعمال صحیح ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھوں اور ناخنوں کو مہندی سے رنگنے کی

(۱) الدليل الفقهي للمرأة المسلمة:212

(۲) سنن ابوداود

رغبت دلائی ہے۔ تاکہ مرد اور عورت کے ہاتھ میں فرق ہو سکے۔

حسن و جمال کا مصنوعی طریقہ کار:

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کا حقیقی روپ، قدرتی حسن و جمال ہی اصل حسن و جمال ہے مگر یورپ کو عورت کا حقیقی روپ نہیں پسند آیا۔ اور اس نے اس کے نئے نئے طریقے ایجاد کر دیئے چونکہ عورت نفسیاتی مریض ہے اس نے اپنے آپ کو یا اپنے حسن کو مزید دوبالا کرنے کے لیے جدید طریقہ کار کو اختیار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں بعض طریقے تو ایسے ہیں جو بغیر کسی جراحی عمل (Surgery) کے استعمال کرتے ہیں جیسے بالوں کو مختلف اسٹائل میں کرنے والی مشین یا وزن کم کرنا یا جسم کو جاذب نظر بنانے والے آلات اور بعض طریقے ایسے ہیں جن میں جراحی عمل کا دخل ہوتا ہے اس عمل میں عورت کی حسب خواہش اس کے ناک نقشہ کو بدلا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اٹلی کی ایک ہیروئن باؤلا ینڈسکو اپنا واقعہ بیان کرتی ہے: میں فلمی ہیروئن تھی میری ناک کو لوگ پسند نہیں کرتے تھے اس لیے جراحی عمل کے ذریعہ ناک کو خوبصورت بنوا لیا، لیکن اگر میں ہیروئن نہ ہوتی تو ایسا ہرگز نہ کرتی کیونکہ اس طریقہ کار میں بہت پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں مثلاً میں مسلسل دو ہفتہ تک شب و روز منہ سے سانس لیتی رہی۔ سیدھے منہ لیٹ کر سوتی تھی، سوتے وقت دائیں بائیں کروٹ نہیں بدل سکتی تھی کیونکہ اس سے جراحی عمل بیکار ہو جاتا۔ اس طرح اور بہت سے واقعات ہیں اب آیئے دیکھیں اس کا شرعی نقطہ نظر کیا ہے:

اگر عورت کے اندر کوئی ایسا عیب ہے جو تکلیف دہ ہے اس عیب کو ختم کرنا ہی اس کے لیے عافیت ہے تو یہ جائز ہے لیکن اگر کوئی عیب نہیں ہے اور عورت نفسیات کا شکار ہو کر جراحی عمل کے ذریعہ اپنے آپ کو خوبصورت ظاہر کر رہی ہے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں جہاں قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے وہیں اللہ کی تخلیق میں تبدیلی لازم آتی ہے اور یہ صحیح نہیں۔ ابن جریر طبری کہتے ہیں: حسن کے لیے عورت کو اپنی طبعی خلقت میں سے کچھ بھی بدلنا جائز نہیں ہے تو شوہر کے لیے اور نہ ہی کسی غیر کے لیے کیونکہ اس سے ابتدا کی پیدائش میں تغیر اور تبدیلی لازم آتی ہے۔ (۱)

بہر حال عورت بذات خود خوبصورت ہے اور اللہ نے اس کو خوبصورت سانچے میں ڈھالا بھی ہے مزید برآں تہذیبی دائرہ میں رہ کر اگر وہ خوبصورت بنتی ہے مثلاً آنکھوں میں کاجل یا سرمہ استعمال کر کے، ہاتھوں

(۱) فتح الباری ۱۰/ ۳۷۸ اور اللباس والزینۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ: ص 460

میں مہندی لگا کر، وغیرہ وغیرہ تو یہ اس کے لیے بہتر بھی ہے اور اس میں اس کا حسن مزید دوبالا ہو جاتا ہے برخلاف اس کے موجودہ دور کے طریقہ تجمیل اختیار کر کے وہ اپنی طبعی حالت سے نکل کر وہاں پہنچے گی جہاں آج یورپ کی عورتیں ہیں۔ وہ حقیقی ماں نہیں بن سکتی جو اپنے بچے کو صحیح تعلیم وتربیت نہ دے۔ وہ صالح بیوی نہیں بن سکتی جو اپنے شوہر کی مطیع فرمانبردار نہ ہو، اور اپنا حقیقی پیار اسے نہ دے۔

❁❁❁❁

لباس کے احکام

اسلام سے قبل عورت جس ہیئت میں زندگی گزارتی تھی، عریانیت اور برہنگی کا جو رواج تھا کہ عبادت خانوں میں عریانیت کو بہترین شعار سمجھا جاتا تھا اسلام اسے قطعی طور پر نہیں برداشت کرسکتا تھا اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ عریانیت کا استیصال کر کے بنی نوع انسانی کے لیے ستر کے حدود وقوانین متعین کر کے لباس کا حکم نازل فرما کر یہ سبق سکھایا:

﴿يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْءَ اتِكُمْ وَرِيْشًا ﴾[1] اے اولاد آدم ہم نے تمہارے اوپر لباس نازل کیا ہے جو تمہاری ستر پوشی کرے اور تمہارے لیے موجب زینت ہو، پھر حکم دیا:

﴿يَا بَنِي آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾[2] اے اولاد آدم تم نماز کے وقت اپنی زینت کے لباس استعمال کرو۔

قرآن کا یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اگر عورت مسجد میں جائے تو وہ مکمل پردہ کے ساتھ جائے گی جب مسجد میں جانے کا اس طرح حکم ہے تو مسجد کے علاوہ دوسری جگہوں پر جانے کے لیے کیسا ہوگا۔ اور کون سا لباس اختیار کرنا ہوگا یہ ظاہر ہے۔

اسلام ہر اس لباس کو ناپسند کرتا ہے جو ساتر نہ ہو، جس میں بدن جھلکے اور پورا ستر نمایاں ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صنفان من أهل النار لم أرهما بعد : نساء كاسيات مائلات مميلات على رؤوسهن أمثال البخت المائلة لا يرين الجنة ولا يجد ريحها ''[3] دو قسم کے لوگ جہنمی ہیں جن کو ابھی میں نے نہیں دیکھا ایک تو وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی ہیں دوسروں کو رجھاتی ہیں اور خود دوسروں پر ریجھتی ہیں، اور بختی اونٹ کی طرح گردن ٹیڑھی کر کے ناز وادا سے چلتی ہیں وہ جنت میں ہرگز نہیں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی بو پائیں گی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے آدمی پر لعنت ہے جو عورتوں کی

(۱) سورۃ الاعراف:۲۶ (۲) سورۃ الاعراف:۳۱ (۳) صحیح مسلم

مانند کپڑے پہنتا ہے اور ایسی عورتوں پر لعنت ہے جو مرد کے مشابہ کپڑا پہنتی ہے۔ (احمد، ابوداود، نسائی)

یہاں استیصاب مقصود نہیں ہے صرف چند حدیثیں اس غرض سے ہم نے پیش کی ہیں تا کہ انہیں اندازہ ہو جائے کہ اسلام کے نزدیک معیار اخلاق کیا ہے اور عورت کو محترم اور باعزت رکھنے کے لیے کون سی تدبیریں اختیار کرتی ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان عورت کو چاہیے کہ مذکورہ احادیث کے پیش نظر اپنے لباس میں مندرجہ ذیل صفات کا خیال رکھے:

۱۔ ایسا کپڑا ہو جو پورے بدن کو ساتر ہو۔

۲۔ اتنا چست اور تنگ نہ ہو کہ جسم کا تناسب اور اتار چڑھاؤ ظاہر ہو۔

۳۔ اتنا باریک نہ ہو کہ پورا جسم دکھائی دے۔

۴۔ آدمی کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔

۵۔ جاذب نظر نہ ہو۔

۶۔ کافرہ عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔

۷۔ شہرت مقصود نہ ہو۔

پینٹ:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یورپ اپنی فکر میں مکمل کامیابی حاصل کر رہا ہے اور مسلمان مرد و عورت کو اس کے دینی شعار سے پھیرنے کے لیے جو جو تدبیر اس نے اختیار اور ایجاد کی ہے اس کو مسلمانوں نے اپنا لیا، اور اپنی اپنی شعار کو تمسخر آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اسی یورپ کا دین ''پینٹ'' بھی ہے۔ اس سے ستر پوشی تو کجا جسم کا پورا تناسب ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ لباس اسی حدیث کے تحت داخل ہو جاتا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ دو قسم کے جہنمی ایسے ہیں جن کو میں نے ابھی نہیں دیکھا ہے ایک وہ لوگ جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے وہ اس سے لوگوں کو مارتے رہیں گے دوسری وہ عورت جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی ہے دوسروں کو رجھاتی ہیں اور خود بھی رہجھتی ہیں اور بختی اونٹ کی طرح گردن ٹیڑھی کر کے ناز و ادا سے چلتی ہے یہ جنت میں نہیں داخل ہوگی اور نہ ہی اس کی خوشبو انہیں نصیب ہوگی۔ جبکہ اس کی خوشبو لمبی مسافت سے آتی رہے گی۔ (مسلم) نیز اس لباس میں مردوں کی مشابہت بھی ہے لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من لبس ثوب شهرة في الدنيا البسه الله ثوب مذلة يوم القيامة "(۱) جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ اس کو قیامت کے دن ذلت ورسوائی کا لباس پہنائے گا۔

دوپٹہ ڈالنے کا طریقہ:

آج کل دوپٹہ ڈالنے کا جو طریقہ عام ہوگیا ہے کہ نوجوان لڑکیاں دوپٹہ کو گلے میں ڈال کر اس کے آنچل کو پیچھے ڈال لیتی ہیں جس سے سینہ کا ابھار مکمل طرح ظاہر ہوتا ہے یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو سر پر سے لا کر سینوں پر اس طرح ڈالا جائے کہ جسم کے ابھار اور مواضع زینت میں سے کسی حصہ پر نظر نہ پڑے، اور مکمل ستر پوشی ہو سکے۔

❀❀❀❀

(۱) صحیح بخاری

چند متفرق مسائل

بات کرنے میں لوچ نہ ہو:

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے علاوہ اجنبی آدمی سے بات کرنے کے لیے مجبور ہو جاتی ہے مثلاً ڈاکٹر وغیرہ تو ایسے موقع پر وہ پردہ کی آڑ میں گفتگو کرے گی اور یہ خیال رہے کہ بات میں لوچ اور شیرینی نہ ہو، تاکہ کسی بداخلاق کو شرارت کرنے کا موقع نہ ملے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَلاَ تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلاً مَعْرُوْفاً﴾ [1] اور چبا کر باتیں نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ لالچ کرے اور تم اچھی اور معقول بات کہو۔ یعنی شوہر کے ساتھ گفتگو کرنے کا جو انداز ہے وہ نہ ہو۔

شوہر کے عزیز واقارب سے پردہ:

ہندوستان میں شوہر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے اور ہنسی مذاق کرنے کا جو عام رواج ہے یہ بھی شریعت کے خلاف ہے، اگرچہ وہ شوہر کا بھائی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ محرم میں صرف شوہر کا باپ داخل ہے دوسرا کوئی نہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے شوہر کے بھائی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"الحمو الموت" [2] شوہر کا بھائی (دیور) موت ہے۔ یعنی اس سے تو بدرجہ اولیٰ پرہیز کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے فتنہ میں واقع ہونے کا زیادہ امکان ہے، اور ہو بھی رہا ہے۔

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے:

کسی مرد کا عورت سے تنہائی میں ملنا کس قدر خطرہ کا باعث بن سکتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔ اسی لیے شریعت نے اس پر بھی سخت پابندی لگائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لاَ يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثها الشيطان﴾ [3] کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہیں ملتا ہے مگر تیسرا شیطان ضرور موجود رہتا ہے۔

آج کے دور میں بے دھڑک عورتیں اجنبی مردوں سے ملتی ہیں اور باتوں باتوں میں مرد عورت پر اپنی

(۱) سورۃ الاحزاب (۲) مشکوۃ (۳) مشکوۃ

محبت کا غلط سکہ بیٹھا لیتا ہے۔اس لیے اس سے احتیاط کرنی چاہیے۔

جن عورتوں کے شوہر گھر میں نہ ہوں ان سے ملنے سے بچو:

ایک حدیث میں ہے کہ ان عورتوں سے ملنے مت جایا کرو جن کے شوہر گھر میں موجود نہ ہوں، کیونکہ شیطان خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں کو غلط راہ میں مائل کر دے۔

”إن الشيطان يجرى من احدكم مجرى الدم “[1] اس لیے کہ شیطان تم میں خون کے دوران کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔

عورت کسی دوسری عورت کی حالت اپنے شوہر سے نہ بیان کرے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب دوسری عورت سے ملے اور اسے دیکھے تو وہ جا کر دوسری عورت کا حال کھول کر اپنے شوہر سے بیان نہ کرے کیونکہ ممکن ہے اس کے شوہر کے دل میں دوسری عورت کی خوبی اور اس کا حسن و جمال گھر کر جائے اور وہ اس کے پیچھے پڑ جائے۔ارشاد نبوی ہے:

﴿لا تباشر المرأة فتنعتها لزوجها كانه ينظر اليها ﴾[2] عورت عورت کے ساتھ اس طرح نہ رہے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی حالت اس طرح کھول کر بیان کرے گویا کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

ارشاد ہے: ﴿إن من أشر الناس عند الله منزلة الرجل يفضى إى إمرأته وتفضى إليه ثم ينشر سرها﴾[3]

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے کہ وہ اور اس کی بیوی یکجا ہو پھر مرد اس راز و نیاز کو ظاہر کر دے۔

عورت تنہا سفر نہ کرے:

شریعت کا حکم ہے کہ عورت سفر میں اس وقت تک نہیں جا سکتی جب تک کوئی محرم اس کے ساتھ نہ ہو، حج جو عبادات میں داخل ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔اس کی ادائیگی بھی وہ بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”لا يحل لإمرأة تومن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة يوم وليلة إلا مع ذى محرم

---

(۱) مشکوۃ　　(۲) صحیح بخاری

(۳) صحیح مسلم

علیہا''(۱)

کسی ایسی عورت کے لیے جائز نہیں ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت تنہا سفر کرے۔

محرم وہ شخص ہے جس سے کبھی بھی شادی جائز نہ ہو۔ جیسے باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ۔ بغیر محرم کے تنہا عورت کا سفر کرنا حرام ہے۔

❁❁❁❁

(۱) متفق علیہ

ستر کے احکام

ستر کے لغوی معنی:

''پردہ پوشی'' کے ہیں، اور اصطلاح شرع میں ستر کا اطلاق جسم کے ان حصوں پر ہوتا ہے جن کو میاں، بیوی کے علاوہ دوسروں کے سامنے ظاہر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**إیاکم والتعری فإن معکم من لا یفارقکم إلا عند الغائط وحین یفضی الرجل إلی اھلہ فاستحیوھم واکرموھم**''(1) خبردار! تم لوگ برہنہ ہونے سے بچو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہے جو کبھی تم سے جدا نہیں ہوتا ہے سوائے قضاء حاجت کے وقت اور بیوی سے مجامعت کے وقت۔ لہٰذا تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔

شریعت نے یہاں تک حکم دیا ہے کہ کوئی مرد یا عورت کسی دوسرے مرد یا عورت کی شرمگاہ پر نظر نہ ڈالے۔ ارشاد نبوی ہے:

''**لا ینظر الرجل إلی عورۃ الرجل ولا المرأۃ إلی عورۃ المرأۃ**''(2)

کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شرمگاہ پر نظر ڈالے............ اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث صحیحہ ہیں جن میں سختی کے ساتھ برہنہ ہونے سے روکا گیا ہے اور ستر پوشی کی تاکید کی گئی ہے۔

ستر کے حدود:

یوں تو عورت کا پورا وجود ستر میں داخل ہے۔ روایت ہے:

''**المرأۃ کلھا عورۃ**''(3) عورت کا پورا وجود ستر ہے۔ پھر بھی عورتوں کے ستر کے حدود کو مردوں کے بنسبت زیادہ وسیع پیمانہ پر بیان کیا گیا ہے۔ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کے باقی تمام حصوں کو پردہ میں رکھیں۔

---

(1) سنن ترمذی　(2) مسلم، ابوداود، ترمذی　(3) سنن ترمذی

چہرہ کا حکم:

جب چہرہ ہی زیب وزینت کا اصل ہے اور حسن وجمال کا مرکز ہے، فتنہ میں واقع ہونے کا سبب ہے، تو ایسی صورت میں اس کا چھپانا بھی ضروری ہے بلکہ جن محترم ہستیوں نے اس کے ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے انہوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس پر میک اپ نہ کیا گیا ہو، اور فتنہ کا خوف نہ ہو، لیکن یہ دور بے حیائی، عریانیت اور ننگا پن کا دور ہے اس دور میں شرافت نام کی کوئی چیز نہیں ہے ایسے نازک حالات میں مسلمان عورت کو اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے تاکہ اپنی کرامت برقرار رکھ سکے، اپنی عزت ووقار کو قائم رکھ سکے۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ، ذَالِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾[1] اے نبی! اپنی بیویوں، لڑکیوں، اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو ڈال لیا کریں، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا۔

اس آیت کے سلسلہ میں علامہ ابن جوزی کا قول ہے کہ وہ اپنے سروں اور اپنے چہروں کو چھپائیں گی۔

علامہ ابوحبان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عورت اپنے تمام جسم کو چھپائے گی، اور "علیھن" سے مراد "علی وجوھھن" ہے یعنی اپنے چہرے کو بھی چھپائیں گی۔

ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ عورت اپنے چہرہ کو چھپائے رکھے تاکہ غلط قسم کے لوگ طمع نہ کرسکیں۔[2]

بہرحال علماء کرام کے ان اقوال کی روشنی میں اور موجود حالات کے پیش نظر چہرہ چھپانا ضروری ہے۔ اسی میں مسلمان عورت کے لیے عافیت ہے۔

نماز میں ستر کی مقدار:

نماز میں عورت اپنے پورے جسم کو ڈھکے گی حتی کہ پنڈلی، قدم، اور سر یا سر کا کچھ حصہ کھلا ہے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، البتہ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اگر کھلی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ کوئی اجنبی آدمی ہے تو اس وقت چہرہ اور ہتھیلیوں کا ڈھکنا بھی ضروری ہے۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز فرماتے ہیں:

(۱) سورۃ الاحزاب: ۵۹
(۲) روائع البیان للصابونی ۲/۳۸۲

"بالغ عورت کو چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ باقی تمام جسم کا چھپانا ضروری ہے اور اگر ستر میں سے کچھ حصہ کھلا ہے مثلاً پنڈلی، پیر، سر، یا سر کا کچھ حصہ تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

"لا يقبل الله صلاة حائض إلا بخمار "(۱) اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے نہیں قبول کرے گا۔

اور آپ نے فرمایا: "المرأة عورة "عورت پورا کا پورا پردہ ہے۔

اور ابوداود کی روایت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا جو ایک چادر اور ایک دوپٹہ میں نماز پڑھتی ہے اس کے پاس پاجامہ نہیں ہے تو آپ نے فرمایا: اگر چادر اتنی لمبی ہے کہ اس کے دونوں پیروں کے ظاہری حصے کو چھپا لے تو صحیح ہے۔

نیز شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی اجنبی آدمی ہے تو عورت کے لیے اپنا چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کا چھپانا ضروری ہے۔(۲)

❁❁❁❁

(۱) احمد، ابوداود، ترمذی (۲) تحفة الإخوان ص:66

عورت کی تعلیم

تعلیم کا مقصد:

تعلیم کے بہت عظیم مقاصد ہیں، تعلیم ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان تاریکی سے نکل کر روشنی کی طرف آتا ہے، چیزوں کے نفع ونقصان کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، بھلائی اور برائی کے درمیان تمیز پیدا کرسکتا ہے، ادب وتہذیب کے سانچہ میں ڈھل سکتا ہے، باسلیقہ، نیک خو اور بہترین سیرت وکردار کا مالک بن سکتا ہے، اور تعلیم انسان کی ایسی تربیت کرتی ہے جو اس کی نظر کو وسیع کرے، زندگی کے جملہ معاملات میں اس کی بہترین رہنمائی کرے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ تعلیم ہی اصل زندگی ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ مذکورہ مقصد صرف مردوں ہی کے لیے نہیں ہیں بلکہ عورتوں کے لیے بھی ضروری ہیں۔ لہٰذا ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے جس طرح مردوں کو تعلیم ضروری ہے اسی طرح عورتوں کو بھی تعلیم ضروری ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں کو اسلام کی عظیم امانت سونپی ہے۔ اور یہ امانت زندگی کی سب سے اہم امانت ہے، اس عظیم امانت کا تعلق عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق واعمال سب سے ہے، اسی لیے جب تک مرد کی طرح عورت بھی اس عظیم امانت کو نہیں سمجھے گی عقائد وعبادات کو نہیں جانے گی، حق و باطل کا ادراک نہیں کرے گی، موٹی موٹی اخلاقی قدریں، زندگی کے مقاصد اور اس کے مبادیات سے آگہی نہیں حاصل کرے گی، کبھی زندگی کا حقیقی لطف نہیں حاصل کرسکتی، اور نہ صحیح طرح سے اپنے رب کی رضا حاصل کرسکتی ہے لہٰذا ان تمام مسائل کا ادراک صرف علم ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے، اسی علم کے ذریعہ مذکورہ حقائق کو سمجھ سکتی ہے، ظلم وجہل کی تاریکی سے نجات حاصل کرسکتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾[1] اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس آیت کے مخاطب اہل ایمان ہیں جس میں مومن مرد اور مومنہ عورتیں دونوں شامل ہیں، اور ظاہر

(۱) سورۃ تحریم:۶

بات ہے کہ جب آدمی خواہ مرد ہو یا عورت اللہ اور بندوں کے حقوق سے آگہی نہیں حاصل کرے گا، تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے کیوں کر بچا سکے گا، اسی لیے سب سے پہلی ذمہ داری جو آدمی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ اور انہیں جہنم کی آگ سے بچانے کی تدبیر کرے۔

جہل کے اثرات:

حقیقت یہ ہے کہ جہالت بڑی خطرناک بیماری ہے بلکہ اگر اسے دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ یہ موت ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسی لیے جہالت کی وجہ سے بہت خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً شرک وبدعات، قبر پرستی، توہم پرستی، عبادات سے لاپرواہی، معاملات میں لوچ، بے حیائی کا عام ہونا، بے پردہ گھروں سے نکلنا، سڑکوں اور بازاروں کی زینت بننا، زنا کی کثرت وغیرہ اس کے علاوہ ہر قسم کی اخلاقی بگاڑ اور معاشرتی بگاڑ کا سبب جہل ہی ہے۔

چونکہ عورت معاشرہ اور گھر کا ایک فرد ہے اور اس کی اصلاح وسدھار میں اس کا بھی حصہ ہے لہٰذا جب تک وہ ان اصول ومبادی کو نہیں سمجھے گی جس سے معاشرہ کو یا گھر کو جنت بنایا جا سکتا ہو اس وقت تک وہ کبھی بھی اصلاح کا کام نہیں کر سکتی ہے اور نہ ہی اپنی ذمہ داری سمجھ سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اور اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(احمد، بخاری، مسلم، ابوداود)

ماں کی گود بچے کی سب سے پہلی درسگاہ ہے اگر عورت تعلیم یافتہ اور ہوشیار ہے بلند اخلاق کی مالک ہے تو اس کے اثرات اس کی زیر تربیت بچے پر ضرور مرتب ہوں گے۔ اور وہ بچہ خود اپنے ماں کے اثرات کو قبول کرے گا۔ اور ماں بھی بچے کی بہترین تربیت کرے گی تاکہ بچہ مستقبل میں ایک بہترین اور اعلیٰ اخلاق وکردار کا مالک بنے اس کے برعکس اگر عورت میں جہالت، اسلام سے دوری اور غفلت ولاپرواہی ہوگی تو اولاد بھی اس سے متاثر ہوگی بلکہ آگے چل کر اس سے بھی بدتر ہوتی چلی جائے گی جس کا اثر آج کل مسلم معاشرہ میں عام طور سے دیکھا جا رہا ہے۔

عورت کے لیے کونسی تعلیم زیادہ بہتر ہے:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قدرت نے مرد اور عورت کے درمیان فرق کر دیا ہے اس کا منشا یہ ہے کہ زندگی کے معاملات میں مرد اور عورت کو الگ الگ خصوصیتیں عطا کرے۔ چنانچہ دونوں کی جسمانی ساخت

میں جوفرق ہے وہ اسی حکمت کوملحوظ رکھ کے کیا گیا ہے۔اسی طرح قدرت نے دائرہ کار کی بھی تقسیم کردی ہے اس لحاظ سے کونساعلم کس لیے زیادہ مناسب ہے اس کا تعین بہتر ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورت کی تخلیق کا مقصد ہے کہ وہ ایک بہترین ماں بنے۔ایک لائق اوروفادار بیوی بنے۔اس لیے اگر ہم اسے ایسی تعلیم دیں جواس کی اصل فطرت سے انحراف کا سبب بنے اور ایسی تربیت کریں جوقانون زوجیت کے منافی ہوتو چاہے وہ سب کچھ بن جائے مگر وہ ایک بہترین ماں اور لائق بیوی نہیں بن سکتی ہے۔

آج عورت نے علوم وفنون کے ہر میدان میں قدم رکھ دیا ہے سائنس،ٹیکنالوجی،علم زراعت،طب وجراحت میں مرد کے دوش بدوش ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب سیکھ کراس نے کونسی ترقی کی ہے ہاں اگراس نے کچھ ترقی کی ہے تو یہ کہ وہ اپنے فطری دائرہ سے نکل گئی ہے اوراب وہ ایک عورت نہیں بلکہ وہ ایک مرد بن گئی ہے۔

اس لیے بہتر ہے کہ عورت کوایسی تعلیم دی جائے جواس کی فطری ساخت کے مطابق ہو،اوراس کے ذریعہ وہ اپنے اخلاق وکردار کو بلند کرے۔حقوق وواجبات کو سمجھ سکے۔اپنے اورغیر میں تمیز پیدا کرسکے۔بچوں کی صحیح تربیت کرسکے یعنی قرآن وحدیث کاعلم اوروہ علوم جوان دونوں کتابوں کے سمجھنے کا سبب بن سکیں۔

اس کا یہ مطلب ہرگزنہیں ہے کہ ہم کیمیاوی علوم،انجینئرنگ،زراعت اورفلکیات وغیرہ علوم کے مخالف ہیں یااسلام ان علوم کی تحصیل کوحرام قرار دیتا ہے ایسا ہرگزنہیں ہے لیکن مصلحت کا تقاضا ہے کہ ایسی چیزوں کی تعلیم دی جائے جوان کے لیے نفع بخش ہو۔لیکن اگر ہم یورپ کے طرز تعلیم کو پسند کریں گے اوراسی کواچھے یا برے کا معیار بنالیں گے،اوراسی کے سانچے میں ڈھلنے کی کوشش کریں گےتو یہ ہمارے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہوگا۔اورثابت ہوبھی رہاہے۔

مخلوط تعلیم کے مضر اثرات:

یہ ایک حقیقت ہے کہ مردوزن کے اختلاط میں نفس انسانی کوبھکنے کازیادہ موقع ملتا ہےاورشیطان کے لیے بھی دونوں کوغلط راستہ میں ڈالنے کااچھا موقع مل جاتا ہےاس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں عورتوں پراعتماد نہیں ہےاورمردوں کوشیطان سمجھتے ہیں بلکہ ہم دونوں کولائق وثوق سمجھتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی سرشت میں جوشہوت ودیعت کی ہےاس سے غلط راہ میں واقع ہونے کازیادہ امکان رہتا ہے

اس کی واضح مثال موجودہ دور کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم ہے ایک خاتون اپنی دلسوزی کا اظہار ان الفاظ میں کرتی ہے:

''جولڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے اوران میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہوکرانہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں جس کے بعد گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں ، موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جومغربی خطوط پر قائم ہے ہماری لڑکیوں کے لیے بے سود اور غیر ضروری ہے''۔(۱)

امریکہ میں مخلوط تعلیم کے متعلق وہاں کے جج لنڈے کا بیان ہے:

''ہائی اسکول کی کم عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے جنسی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے''۔(۲)

خود اپنے ملک میں اندازہ لگائیے کہ مخلوط تعلیم کی وجہ سے کتنی لڑکیاں جنسی خواہشات کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اور کتنی لڑکیوں نے اپنا مذہب اسلام بدل کر غیر کا راستہ اختیار کرلیا ہے۔(اللهم احفظنا من هذا البلاء)

یہ مخلوط تعلیم ہی کا اثر ہے، اس لیے ہر مسلمان والدین کو اپنی بچیوں کو سکول وکالج میں داخل کرتے وقت سب سے پہلے اس موضوع پر انتہائی سنجیدگی سے غور وفکر کر لینی چاہیے، اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا چاہیے، الحمد للہ آج کل ہندوستان کے مختلف مقامات پر خالص دینی انداز میں خالص لڑکیوں کے لیے متعدد مدارس قائم کیے گئے ہیں جہاں پر ان کی اچھی تعلیم وتربیت ہوتی ہے اوراس کے اچھے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں لہٰذا ہر مسلمان بچی کو انہیں مدارس کی طرف توجہ دینی چاہیے، اور مخلوط تعلیم سے قطعی طور پر احتراز کرنا چاہیے۔

عورت کی گواہی:

عورت کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر عقل کی پختگی بھی نہیں ہوتی ہے اور جذبات میں جلد واقع ہو جاتی ہے، ہاں اگر گواہی کے موقع پر دو مرد نہیں ہیں تو ایک مرد اور دو عورتیں مل کر گواہی دے سکتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾(۳) پس اگر دو آدمی

(۱) اسلام کا نظام عفت وعصمت ص: 308

(۲) پردہ از مولانا ہرودی ص: 71 (۳) سورۃ البقرۃ: ۲۸۲